ماہنامہ

# نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

3 مارچ ۲۰۱۵ء —— جمادی الاول ۱۴۳۶ھ


- کیوں برے بنتے ہو ناحق، تم کسی کے واسطے؟
- متحدہ علماء بورڈ پنجاب کا قابلِ تحسین فیصلہ
- بیرونِ ممالک قادیانی سفارت کار
- مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم
- سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا علمی مقام
- خواتین کی تعلیم وتربیت
- علماءِ آخرت کی پہچان
- حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ

بزمِ کونین سجانے کے لیے آپ آئے
شمعِ توحید جلانے کے لیے آپ آئے

ایک پیغام جو ہر دل میں اُجالا کر دے
ساری دنیا کو سنانے کے لیے آپ آئے

نا خدا بن کے اُبلتے ہوئے طوفانوں میں
کشتیاں پار لگانے کے لیے آپ آئے

قافلے والے بھٹک جائیں نہ منزل سے کہیں
دور تک راہ دکھانے کے لیے آپ آئے

چشمِ بیدار کو اسرارِ خدائی بخشے
سونے والوں کو جگانے کے لیے آپ آئے

ساغر صدیقی

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سراجیہ کا دو روزہ اصلاحی

چھٹا سالانہ

# اجتماع

عظیم الشان

بیاد

خواجہ خواجگان قطب الاقطاب

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجدد اعظم سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سراجیہ

بیاد

خلیفہ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد

حضرت مولانا حافظ احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

استاد خانقاہ احمدیہ سراجیہ دادڑہ بالا شریف

زیر شفقت

جانشین پیر کامل ... خواجہ خواجگان ولی کامل

حضرت مولانا عزیز احمد صاحب مدظلہ العالی

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ ... نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ہفتہ 21 اتوار 22 مارچ 2015

اوقات کار: 21 مارچ صبح 9:00 سے 22 مارچ سہ پہر 4:00 بجے دعا ہوگی

زیر سرپرستی

خواجہ خواجگان کے فرزند اور ان کے تربیت یافتہ ولی کامل رہبر طریقت

حضرت مولانا خواجہ رشید احمد صاحب مدظلہ العالی

سجادہ نشین خانقاہ احمدیہ سراجیہ دادڑہ بالا شریف ساہیوال

مرکز سراجیہ لاہور

## بمقام خانقاہ احمدیہ سراجیہ

## دادڑہ بالا شریف ہڑپہ ساہیوال

باہر سے تشریف لانیوالے شرکاء کیلئے قیام وطعام کا مکمل انتظام ہوگا

زیر نگرانی

صاحبزادہ خواجہ حبیب احمد خان سلمہ

فرزند حضرت مولانا خواجہ رشید احمد صاحب مدظلہ العالی

اجتماع میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے خلفاء عظام ملک بھر کے جید علماء کرام اور مشہور نعت خواں حضرات تشریف لا رہے ہیں۔ تمام مسلمان حضرات بالخصوص متوسلین سلسلہ پاک بھرپور طریقے سے شرکت کریں

منجانب

خدام خانقاہ احمدیہ سراجیہ دادڑہ بالا شریف ہڑپہ ضلع ساہیوال

قاری محمد ساجد 0305-7533883
جاوید اقبال 0321-6925210
محمد عرفان 0305-7657451
صفدر علی معاویہ 0303-9372093

زیر انتظام مرکز سراجیہ ٹرسٹ

گلی نمبر 4 اکرم پارک، غالب مارکیٹ، گلبرگ III، لاہور فون: 042-35877456 0321-7044744

E-mail: markazsirajia@hotmail.com, www.endofprophethood.com

ماہنامہ

# نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 26 شمارہ 3 جمادی الاولیٰ 1436ھ — مارچ 2015ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411



فیضانِ نظر: حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی: حضرت پیر جی ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر: عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد • مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق • قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس • سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

ترئین: محمد نعمان سنجرانی

nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر: محمد یوسف شاد 0300-7345095


## تشکیل


| | | | |
|---|---|---|---|
| دل کی بات: | کیوں برے بنتے ہو ناحق، تم کسی کے واسطے؟ | سید محمد کفیل بخاری | 2 |
| شذرات: | متحدہ علماء بورڈ پنجاب کا قابلِ تحسین فیصلہ | عبداللطیف خالد چیمہ | 3 |
| | بیرونِ ممالک قادیانی سفارت کار | | |
| // | مولانا محمد نافع، مولانا مشتاق احمد چنیوٹی، شیخ الحدیث مولانا | ادارہ | 5 |
| | عبدالمجید لدھیانوی رحمہم اللہ | | |
| افکار: | کام کے لوگ | حبیب الرحمٰن بٹالوی | 6 |
| // | یہ آدم ہیں یادِ حشتوں کے نشاں! | حبیب الرحمٰن بٹالوی | 7 |
| // | میرا وطن، میرا ملک میرا پاکستان....؟ | عبدالمنان معاویہ | 8 |
| دین و دانش: | مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم (دوسری و آخری قسط) | حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی اُموی رحمۃ اللہ علیہ | 10 |
| // | سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا علمی مقام (دوسری قسط) | پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی | 15 |
| // | علماءِ آخرت کی پہچان (قسط: اوّل) | شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ | 25 |
| // | خواتین کی تعلیم و تربیت | مفتی محمد تبریز عالم قاسمی | 40 |
| یادِ رفتگان: | صحابہ کا سچا عاشق، عظیم محقق | ابوالخیر عارف محمود | 44 |
| | حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ | | |
| آپ بیتی: | ورق ورق زندگی (قسط: ۴۵) | پروفیسر خالد شبیر احمد | 49 |
| مطالعۂ قادیانیت: | حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادیانی | حافظ عبیداللہ | 57 |
| | چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ | | |
| حُسنِ انتقاد: | تبصرۂ کتب: | مفتی نجم الحق / حبیب الرحمٰن بٹالوی | 62 |



زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ———— -/200 روپے

بیرون ملک ———— -/4000 روپے

فی شمارہ ———— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان



رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk

www.alakhir.com

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com



تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　سید محمد کفیل بخاری

# کیوں بُرے بنتے ہو ناحق، تم کسی کے واسطے؟

ہم نے سمجھا ہمیں آزادی مل گئی اور ہم آزاد ہو گئے۔ ۶۸ سال سے ہم اِسی خود فریبی کا شکار ہیں۔ حقائق و شواہد اور نتائج یہی بتاتے ہیں کہ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک ہم اپنے ملک کے لیے پالیسیاں بنانے اور اُن کے مطابق ملک کی حکومت چلانے میں آزاد نہیں۔ ملکی خود مختاری آج بھی قوم کے لیے سوالیہ نشان ہے۔ ہم نے پارلیمنٹ بنائی، متفقہ آئین بنایا، قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دیا لیکن سابقہ اور موجودہ حکمران ملک کے آئین پر عمل درآمد کرنے میں بُری طرح ناکام ہوئے۔ حکومتی اقدامات اور پالیسیاں یہی ظاہر کرتی ہیں کہ ملک، پارلیمنٹ اور آئین ہمارا ہے لیکن اسے کوئی اور چلا رہا ہے۔ عالمی طاغوت نے افغانستان میں روس کے خلاف جنگ کو جہاد کہا تو اس کے غلام حکمرانوں نے نا صرف اسے جہاد کہا بلکہ اس میں حصہ بھی لیا۔ جب اس نے جہاد کو دہشت گردی کہا تو اس کی ہاں میں ہاں ملائی، پھر افغان طالبان کو دہشت گردوں کی فہرست سے نکال کر عسکریت پسند قرار دیا تو کہا آپ درست فرماتے ہیں۔ اب طالبان سے مذاکرات کی بات چل نکلی ہے تو کہا ہماری خدمات حاضر ہیں۔ اس نے کہا کہ مذہبی لوگ شدت پسند ہیں، جواب آیا دہشت گرد بھی یہی ہیں۔ پگڑی، ٹوپی، داڑھی، مصلّٰی سب دہشت گردی کی علامات اور مسجد و مدرسہ اس کے مراکز ہیں۔ پکڑو مولویوں کو اور مارو مدارس پر چھاپے، مسجدوں میں مولویوں کو چُپ کرادو، انھوں نے ملک کا امن تباہ کر دیا۔ ہم نے کہا دہشت گردی کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور دہشت گرد کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ کہا مولوی جھوٹ بولتے ہو! اب امریکی صدر اوباما نے کہا کہ: ’’دہشت گرد ایک ارب مسلمانوں کی ترجمانی نہیں کرتے‘‘ جواب آیا ہم تائید اور خیر مقدم کرتے ہیں۔

ایسی ضد کا کیا ٹھکانا، اپنا مذہب چھوڑ کر　　　　میں ہوا کافر، تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

لیکن جو اقدامات ہو چکے اُن میں مزید تیزی آ رہی ہے۔ اب بے چاری مسکین تبلیغی جماعت بھی مقامی انتظامیہ کی زد میں ہے۔ وہ کسی بھی مسجد میں جائیں تو امام مسجد متعلقہ تھانے میں اُن کے مکمل کوائف پہنچائے اور انھیں مسجد کی بجائے اپنے گھر میں ٹھہرائے۔ گویا کہ یہ مسکین بھی دہشت گرد ہیں۔ تمام تر وسائل صرف کرنے کے باوجود حکومت دہشت گردی ختم کرنے میں بری طرح ناکام ہوگئی ہے۔ عبادت گاہیں مسلسل اس کا نشانہ بن رہی ہیں۔ یہی عالمی طاغوت کا ایجنڈہ ہے کہ مساجد کو دہشت گردی کے مراکز ثابت کیا جائے اور پھر مساجد و مدارس سے وابستہ دینی قوتوں کو کرش کیا جائے۔ چنانچہ ہمارے مقتدر اسی راستے پر گامزن ہیں اور ظلم کے نتائج سے باخبر ہوتے ہوئے بھی بگٹٹ دوڑ رہے ہیں۔

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم دیکھیں　　　　ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

دینی مدارس و مساجد اور اِن مقدس مراکز سے وابستہ مسلمانوں کو قرآنِ حکیم نے حوصلہ دیا ہے کہ مایوس نہ ہوں، دشمن اپنے ارادوں میں ناکام ہوگا۔

’’یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں
حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا، خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔‘‘ (الصّف: ۸)

نورِ حق شمعِ الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون　　　　جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

حکمرانوں سے گزارش ہے کہ انھوں نے اور ہم نے تو اپنے وطن میں ہی رہنا ہے۔ جن غیروں کی خاطر وہ اپنے ہم مذہب اور ہم وطنوں پر ظلم کر رہے ہیں اس کا نتیجہ اُن کے حق میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں نکلے گا۔

غم مجھے دیتے ہو، دشمن کی خوشی کے واسطے　　　　کیوں بُرے بنتے ہو ناحق، تم کسی کے واسطے

عبداللطیف خالد چیمہ

# متحدہ علماء بورڈ پنجاب کا قابلِ تحسین فیصلہ

اکیسویں ترمیم کی منظوری کے بعد متعدد مقامات سے ایسی اطلاعات موصول ہوئیں کہ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ اور ردِّ قادیانیت پر مبنی لٹریچر کو بھی پولیس اور مختلف سرکاری ادارے نفرت انگیز مواد قرار دے کر دینی اداروں اور تنظیموں کو پریشان اور ہراساں کر رہے ہیں۔ اس پر دینی حلقوں میں تشویش پیدا ہوئی اور ذرائع ابلاغ میں بھی احتجاج ہوا۔ اس صورتِ حال پر متحدہ علماء بورڈ پنجاب نے اپنے دائرۂ اختیار میں اس کا قانونی نوٹس لیا اور ۲۲؍ جنوری ۲۰۱۵ء کو متحدہ علماء بورڈ پنجاب کے چیئرمین مولانا حافظ فضلِ رحیم کی صدارت میں منعقدہ اجلاس میں بورڈ کے دیگر ممبران مولانا محمد راغب حسین نعیمی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی، علاّمہ قاضی غلام مرتضٰی، پروفیسر ڈاکٹر زاہد حسنین، ڈاکٹر حافظہ شاہدہ پروین، ڈاکٹر زاہدہ شبنم، سیدہ سائرہ جعفری نے دیگر امور کے علاوہ مرکز سراجیہ لاہور کے ناظم اطلاعات و نشریات محمد عامر خورشید کی تحریری درخواست پر قرار دیا کہ ''آئینِ پاکستان کے مطابق چونکہ مرزائی/ قادیانی/ لاہوری گروپ غیر مسلم قرار پائے ہیں اور وہ اسلامی اصطلاحات قانوناً استعمال نہیں کر سکتے، اس کے باوجود وہ قانون شکنی کرتے ہیں، اسلامی اصطلاحات مسلسل استعمال کیے جا رہے ہیں، اُن کی تکفیر، ردّ و تردید کے حوالے سے چھپنے والا ختمِ نبوّت کا لٹریچر کسی طور پر بھی ہیٹ میٹریل کے زمرے میں نہیں آتا، لہٰذا محکمہ داخلہ، محکمہ پولیس بالعموم اور حکومتِ پنجاب بالخصوص ختمِ نبوّت کے لٹریچر کی تحریر، تدوین، پرنٹنگ، طباعت، تقسیم و فروخت پر قطعاً کوئی کارروائی نہ کرے۔ متفقہ طور پر سفارش کی گئی محکمہ داخلہ پنجاب اس سلسلہ میں باقاعدہ نوٹیفکیشن جاری کرے نیز متفقہ طور پر ختمِ نبوّت اور ردِّ قادیانیت کے لٹریچر کے حوالے سے پولیس کی کارروائیوں کی بھرپور مذمت کی گئی۔''

بعد ازاں ۲؍ فروری کو بورڈ نے اپنی ذیلی کمیٹیوں کے فیصلوں کی توثیق کرتے ہوئے محکمہ اوقاف، ہوم سیکرٹری، سیکرٹری اوقاف، آئی جی، اے آئی جی کاؤنٹر ٹیرزم ڈیپارٹمنٹ اور اے آئی جی سپیشل برانچ کو کارروائی کی ہدایات جاری کیں۔ جب کہ ۱۰؍ فروری کو علماء بورڈ کے چیئرمین مولانا فضلِ رحیم کی قیادت میں مولانا عبدالرؤف فاروقی اور مولانا محمد راغب حسین نعیمی پر مشتمل تین رکنی وفد نے آئی جی پنجاب سے ملاقات کی، جس میں طے پایا کہ علماء بورڈ کی حتمی سفارشات کے بغیر نفرت انگیز مواد کے حوالے سے پولیس کوئی کارروائی نہیں کرے گی۔ نیز ختمِ نبوّت اور ردِّ قادیانیت کے لٹریچر کے خلاف پولیس ایکشن نہیں ہوگا اور جن کتب کو بورڈ نفرت انگیز قرار دے ان کے خلاف ہی کارروائی ہوگی۔

ہم متحدہ علماء بورڈ پنجاب کے اس فیصلے کی تحسین و تائید کرتے ہوئے قانون نافذ کرنے والے اداروں سے کہنا چاہیں گے کہ وہ دینی جماعتوں، دینی مدارس اور دینی شخصیات کے خلاف سراسر فرضی اور جھوٹی کارروائیوں سے احتراز کریں اور اگر قانون کی عمل داری چاہتے ہیں تو پھر خود بھی قانون کے دائرے میں ہی کارروائیوں کو یقینی بنائیں۔ ورنہ اس سے اشتعال پھیلے گا جو کسی طور پر بھی ملک وملّت کے حق میں نہیں ہے۔ جہاں تک عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ اور ردِّ قادیانیت کے لٹریچر کا تعلق ہے تو اس ضمن میں قانون نافذ کرنے والے اداروں سے درخواست ہے کہ وہ ۱۹۷۴ء کی قراردادِ اقلیّت اور ۱۹۸۴ء کے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کے متن کا مطالعہ کرلیں اور پھر فیصلہ کریں کہ کارروائی کیسے اور کہاں ضروری ہے۔

**بیرونِ ممالک قادیانی سفارت کار:**

روزنامہ ’’اُمّت‘‘ کراچی کی ۵؍فروری کی صفحۂ اوّل پر اسلام آباد کی ڈیٹ لائن اور سعود ساحر کی کریڈٹ لائن سے شائع ہونے والی خبر کے مطابق ۴؍فروری بدھ کو قومی اسمبلی میں وقفۂ سوالات کے دوران مسلم لیگ نون کی رکنِ قومی اسمبلی آسیہ ناز تنولی کے سوال کے جواب میں ایوان کو بتایا گیا کہ ’’مختلف ممالک میں اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے چودہ افراد قونصلر تعینات کیے گئے ہیں۔ ان میں چار قادیانی، ایک ہندو، اور نو عیسائی شامل ہیں۔ قومی اسمبلی کو تحریری طور پر بتایا گیا ہے کہ قادیانی مذہب رکھنے والے تین قونصلر گریڈ ۱۹، اور گریڈ ۱۷ کے افسر ہیں۔ نیویارک میں نبیل منیر، واشنگٹن میں بلال حیٔ، اقوامِ متحدہ میں چودھری طلحہ بن خالد جو قادیانی ہیں، پاکستان کی نمائندگی کررہے ہیں جب کہ انقرہ (ترکی) میں رابعہ شفیق قونصلر کے طور پر تعینات ہیں۔‘‘

ان صفحات پر ہم مسلسل لکھتے چلے آرہے ہیں کہ بیرونِ ممالک سفارت خانوں میں قادیانی لابی کو مسلط کیا جارہا ہے اور ایسے سفارت کار بیرونِ ممالک تعینات کیے جارہے ہیں جو نظریۂ اسلام اور نظریۂ پاکستان کے ازلی دشمن ہیں۔ جس کی وجہ سے ہماری خارجہ پالیسی اور بیرونِ ممالک تعلقات متاثر ہورہے ہیں۔ تازہ اطلاع کے مطابق جاپان کی مسلم کمیونٹی نے وہاں قادیانیوں کی اسلام کے نام پر ہونے والی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے احتجاج بھی کیا ہے اور جاپانی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ قادیانی سرگرمیوں کو مسلمانوں سے موسوم نہ کرے۔ جاپان میں گزشتہ دنوں ایسی قادیانی تقریبات بھی ہوئیں جن میں بھارتی سفارت کار پراسرار طور پر شریک ہوئے، وہاں ایک کتابی میلے میں قادیانی سٹال پر رکھی گئیں کتب کو بھی مسلمانوں اور اسلامی تعلیمات پر مبنی کتب کا سٹال ظاہر کیا گیا۔ ایسے میں جاپان میں پاکستانی سفارتخانے کا فرض بنتا تھا کہ وہ اس کا نوٹس لیتا، لیکن ایسا کیوں نہیں ہورہا؟ یہ ہم سب کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

☆......☆......☆

# تعزیتی شذرات

ادارہ

**مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ:**

ممتاز محقق، جید عالم دین حضرت مولانا محمد نافع ؒ ۸؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ / ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۴ء بروز بدھ محمدی شریف جھنگ میں انتقال فرماگئے۔ مرحوم دارالعلوم دیوبند کے فضلا میں سے تھے اور شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق تھے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت اور دفاع میں متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان میں ”رحماء بینہم“ کو سب سے زیادہ شہرت ملی۔ بنات اربعہؓ، سیرت علیؓ، سیرت معاویہؓ، سیرت ابوسفیانؓ، حدیث ثقلین، مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین اور فوائد نافع اُن کی معروف کتابیں ہیں۔ وہ ایک معتدل مزاج بزرگ اور سب کے لیے قابل احترام تھے۔ ان کا قلم بھی اعتدال پر رہا اور ہر مکتب فکر نے ان کی تحریروں سے استفادہ کیا۔ ان کے علمی کارناموں سے سب نے نفع اٹھایا۔ وہ اسم بامسمیٰ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات قبول فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

**مولانا مشتاق احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ:**

ادارہ دعوت وارشاد چنیوٹ کے صدر دارالافتاء وشعبہ تحقیق وتالیف، مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید مولانا مشتاق احمد چنیوٹیؒ ۷؍ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ / ۲۸ جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ مکہ مکرمہ میں بحالتِ احرام انتقال کرگئے۔ مرحوم انتہائی درویش منش اور ملنسار تھے۔ قادیانیت اور ردّ قادیانیت کا انسائیکلوپیڈیا تھے۔ انہوں نے ردّ قادیانیت پر متعدد کتابیں تصنیف کیں، تحریک ختم نبوت پر بھی ایک جامع کتاب تصنیف کی۔ تفسیر معارف القرآن کا اشاریہ مرتب کیا۔ اعلیٰ ادبی ذوق کی وجہ سے ادبی لٹریچر کا بھی خوب مطالعہ کیا۔ شورش کاشمیریؒ کی تحریروں کے شیدائی تھے۔ ”اقبالیات شورش“ ان کی معروف کتاب ہے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح مرتب کی۔ زندگی کا آخری مضمون اپنے استاذ مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر لکھا۔ دھن کے پکے، دل کے سچے اور کردار کے کھرے انسان تھے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور ختم نبوت کے مبلغ تھے۔ احرار سے دل وجان سے محبت کرتے۔ معاشی طور پر مزدور محض تھے۔ زیارت بیت اللہ وروضۂ اطہر کی شدید تڑپ انہیں کھینچ کر مکہ مکرمہ لے گئی اور وہیں آسودۂ خاک ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

**شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ:**

شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱؍ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ / یکم فروری ۲۰۱۵ء بروز اتوار ملتان میں انتقال کرگئے۔ وہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اور باب العلوم کہروڑپکا کے شیخ الحدیث تھے۔ یکم فروری کو وفاق المدارس العربیہ کے ایک اہم اجلاس میں شرکت کے لیے ملتان تشریف لائے۔ اجلاس سے خطاب کے بعد دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کرگئے۔ مولانا عبدالمجید ایک جید عالم دین تھے۔ بلا مبالغہ ان کے سیکڑوں شاگرد تھے۔ وہ خود حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان، دارالعلوم کبیروالہ اور باب العلوم کہروڑپکا میں تفسیر وحدیث اور فقہ کا درس دیتے رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امارت وقیادت کا حق ادا کیا۔ اپنی پیرانہ سالی، ضعف وعلالت کے باوجود انتہائی متحرک شخصیت تھے۔ وہ اپنے اسلاف کا نمونہ تھے۔ طلباء سے بہت ہی محبت کرتے، انتہائی سادہ زندگی گزاری۔ حلقۂ دیوبند سے وابستہ تمام جماعتوں، اداروں اور علماء میں ان کا یکساں احترام تھا۔ ان کی موت سے پیدا ہونے والا خلا مدتوں پر نہ ہوگا۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرمائے۔ (آمین)

حبیب الرحمٰن بٹالوی

# کام کے لوگ

بس میں سفر کرتے ہوئے ایک ہمراہی نے بتایا کہ ایک دفعہ میرے ایک دوست مجھے کہنے لگے چلیں آج آپ کو اسٹیڈیم لیے چلتے ہیں جہاں کرکٹ کے ورلڈ کپ میچ ہو رہے ہیں۔ میں نے کہا ورلڈ کپ میچ تو ملک سے باہر اتنی دور ہو رہے ہیں ہم وہاں کیسے جائیں گے کہنے لگے چلیں تو سہی آپ کو میچ دکھاتے ہیں۔ وہ صاحب ہمیں بہت بڑی کوٹھی میں لے گئے جس کے اندر ایک ہال میں دیکھا کہ ایک وسیع و عریض سکرین دیوار پر آویزاں ہے اور کوئی تیس چالیس آدمی بیٹھے میچ دیکھ رہے ہیں۔ خم، سبو، ساغر، صراحی، جام، پیمانہ سب گردش میں ہیں۔ میچ کی ایک ایک بال پر پیسے لگ رہے ہیں۔ ہم ابھی بیٹھے ہی تھے کہ میزبان میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ آپ کا شکریہ! آپ ہماری محفل میں تشریف لائے۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ بھی ہمارے ساتھ اس کھیل میں شرکت فرما سکتے ہیں۔ میں نے کہا میں نہیں کھیلوں گا بلکہ میں تو جا رہا ہوں۔ کہنے لگے نہیں نہیں یہ تو ہماری توہین ہے کہ کوئی مہمان ہمارے ہاں آئے اور خالی ہاتھ واپس چلا جائے۔ یقین کریں ہم بڑے ایماندار لوگ ہیں۔ ایک ایک پیسے کا حساب رکھتے ہیں۔ اور بڑی احتیاط کے ساتھ ہر آدمی کی رقم شام کو اس کے گھر بھجوا دیتے ہیں۔ خیر میں نے کام کا بہانہ بنا کر جان چھڑائی اور چلا آیا۔

قارئین کرام! یہ تو تھا ہماری معاشرت کا ایک پہلو۔ دوسری طرف میرے بڑے بھائی (الطاف الرحمٰن بٹالوی) بیان کرتے ہیں کہ پچھلے ماہ رمضان میں مجھے ایک ایسی خانقاہ میں جانے کا اتفاق ہوا جہاں صبح ساڑھے چار بجے فجر کی نماز ہوتی۔ نماز کے بعد درس حدیث ہوتا۔ پانچ بجے سے گیارہ بجے قبل دوپہر تک آرام کا وقت۔ پھر ایک گھنٹہ تعلیم ہوتی۔ ظہر کی نماز کے بعد مجلس ذکر۔ چار بجے سہ پہر سے لے کر سوا پانچ بجے تک انفرادی ذکر اذکار جاری رہتا۔ افطاری کے بعد مغرب پھر نوافل اوابین۔ کوئی پونے آٹھ بجے کھانا۔ معتکفین کی تعداد کوئی دو ہزار تھی۔ جن میں سولہ سو سنت اعتکاف اور کوئی چار سو نفلی اعتکاف میں ہوتے۔ روزانہ کوئی سو ڈیڑھ سو آدمی نئے آتے۔ اور اتنے ہی چلے جاتے۔ کوئی اَسی افراد ان معتکفین کی خدمت پر مامور تھے۔ جن میں وہاں کے طلباء کے ساتھ ساتھ اساتذہ بھی شامل تھے۔ کوئی نو بجے رات کھانے سے فارغ ہو کر نماز عشاء اور تراویح شروع ہوتی جو رات ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہتی۔ امام صاحب تراویح میں تلاوت کردہ قرآن مجید کا مفہوم بیان کرتے۔ ساڑھے بارہ بجے خدمت گذار قہوہ کی پیالی لے کر ہر آدمی کے پاس پہنچ جاتے۔ تازہ دم ہونے کے بعد پھر انفرادی عمل...... ذکر اذکار۔ تراویح کے بعد نفل بھی ادا کیے جاتے جن میں حفاظِ کرام الگ سے اپنا آموختہ سناتے۔ دو بجے سحری کی ابتدا ہو جاتی اور سوا تین بجے تک سب لوگ سحری سے فارغ ہو کر نوافل، عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ فجر کی نماز کے بعد پھر آرام کا وقت آجاتا جو گیارہ بجے تک جاری رہتا۔

عزیزانِ محترم! غور کریں۔ کیا ایمان کا نور اور باطل کی تاریکی مساوی ہو سکتے ہیں۔ کیا اندھیرا اور اجالا برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا پہلی حالت والے لوگ بہتر ہیں جس میں اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بغاوت پائی جاتی ہے۔ نحوست ہی نحوست ہے۔ یا بعد کی کیفیت والے بہتر ہیں۔ جس میں برکت ہی برکت ہے۔ رحمت ہی رحمت ہے۔

کام کے لوگ بصد دقت، ہر زمانے میں چند ملتے ہیں　　　ورنہ اس نیک بخت دنیا میں، سب ترقی پسند ملتے ہیں

حبیب الرحمٰن بٹالوی

# یہ آدم ہیں یا وحشتوں کے نشاں!

گولیاں، سسکیاں
دلدوز ہچکیاں
جانتی ہے یہ ماں
کس مصیبت، اذیت سے
ہوتے جواں
بچے مارے گئے
گلے کاٹے گئے
ان کے زخموں سے
بہتا
لہو تھا رواں
ان پھولوں نے جاں
اپنی واری کہاں
اے فلک!
ہاں! یہاں
تو نے دیکھا تھا ناں
چاروں اطراف سے
وہ چلیں گولیاں
کیسے چھلنی ہوئے
بیشتر نوجواں
بہن بھائیوں کا دل بھی تھا کرچی ہوا

روتے کرلاتے پھرتے تھے
باپ اور ماں
کہ کئی گھروں کی
بجھ گئی روشنی
اجڑ گئیں گودیاں
ٹوٹ گئیں چوڑیاں
رو پڑا آسماں
اور آہ و بکا سے
فضا بھر گئی
آزردہ سب کو
قضا کر گئی
میرے مولا!
ممتا کو دے حوصلہ
روتی ماؤں کو بدلِ حسیں لال دے
اور ان بے گماں
قاتلانِ جہاں
کو ٹھکانے لگا
اپنی رحمت سے
ہم سے
بلا ٹال دے

☆☆☆☆

عبدالمنان معاویہ

# میرا وطن، میرا ملک میرا پاکستان....؟

میرے ایک مشفق بزرگ نے سوالیہ انداز میں مجھ سے پوچھا کہ: بھائی معاویہ میرے وطن پاکستان کا کیا بنے گا....؟ میرے ملک کا کیا ہوگا...؟

میں نے آج تک کسی شخص کی آنکھوں میں ملک کے لیے آنسو نہیں دیکھے تھے۔ میں نے کسی کا لب ولہجہ یوں درد سے بھرا ہوا نہیں دیکھا تھا۔ جی ہاں اپنے پیاروں کو یاد کر کے روتے لوگ دیکھے ہیں، اپنے محبوب دوستوں کی مشکلات پر پریشان ہوتے دیکھے ہیں، ملک کے لیے کون روتا ہے، کون آہیں بھرتا ہے؟ لیکن میں نے ایسا شخص دیکھا ہے۔

وہ جس ملک کے لیے اتنے بے چین نظر آرہے تھے اُس ملک کا الیکٹرانک و پریس میڈیا ان کے اسلاف کو آج تک اس ملک کا دشمن باور کراتا چلا آرہا ہے۔ کاش میڈیائی لوگوں کو اتنی توفیق حاصل ہوتی کہ آج وہ اُن کے کرب و بے چینی کو بھی منظرِ عام پر لا کر اہلِ وطن کر دکھا سکتے کہ اس ملک میں ایسے لوگ بھی ہیں اپنے وطن کی سلامتی کے لیے بے چین ہیں اور قیامِ امن کے لیے روتے ہیں۔

آج ہم اپنے ملک کی اساس پر غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں کہ اس ملک کے قیام کا مقصد کیا تھا اور کیوں ضرورت محسوس کی گئی ایک الگ وطن کی، حالانکہ تقسیم سے قبل برصغیر میں مسلمان جہاں بھی قیام پذیر تھے اکٹھے تھے، لیکن تقسیمِ ہند کے بعد مسلمان تین حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ کیا ہمیں صرف ایک سیکولر نظام رائج کرنے کے لیے خطہ زمین درکار تھا؟ اگر ایک سیکولر ریاست کا قیام مقصود تھا تو ''بھارت کی حکومت دنیا کو یہی باور کرا رہی ہے کہ وہاں سیکولر نظام رائج ہے'' تو پھر علیحدگی اور تقسیم کا جواز کیا تھا؟ کیا ہم اقتدار کے مزے لوٹنے کے لیے الگ ہوئے تھے؟ اگر یہی مقصد تھا تو بانیانِ ملک کا دامن داغدار ہوتا ہے۔

جی ہاں بات بڑی واضح ہے کہ پاکستان کی اساس ملک میں ''نظامِ اسلام کا نفاذ'' کو قرار دیا گیا اور اسی لیے لاکھوں لوگوں نے ہجرت کی۔

لیکن میرے بزرگ عبداللطیف خالد چیمہ جس ملک کے لیے پریشان ہو رہے ہیں اس ملک کی بنیادیں لاکھوں انسانوں کے خون اور لاشوں پر استوار ہوئیں۔ ہزاروں مائیں بہنیں اور بیٹیاں اپنی عصمت بچاتے ہوئے لقمہ اجل بن گئیں اور ہزاروں کی عصمت دری کی گئی، لیکن آج اس ملک کے حکمران خود اپنے ہاتھوں سے اس ملک کو تباہ کر رہے ہیں۔ باغباں

چمن کی رنگینی کو ویراں کرنے پر تلا ہوا ہے آخر کیوں...؟

نجانے کیوں نجانے کس کے کہنے پر
وہ ظالم مجھ سے خفا ہی رہتا ہے

جس ملک کی اساس اسلام کو قرار دیا گیا، بدقسمتی سے سیکولر طبقہ اسی ملک کے سیاہ وسفید کا مالک بن گیا۔ اوراس کے حاشیہ برداروں نے عالمی استعمار اسلام کو دہشت گردی سے جوڑ دیا۔ دینی مدارس کو دہشت گردی کے مراکز اور دین والوں کو دہشت گرد قرار دے ڈالا۔ طرفہ تماشا ہے کہ جو تنظیمیں لسانی بنیادوں پر قتل وغارت گری کر رہی ہیں جو جماعتیں صوبائیت و قومیت کو بنیاد بنا کر عوام کو آپس میں لڑوا رہی ہیں ان پر کوئی قدغن نہیں۔ جو لوگ کھل کر اپنے مخالفین کو ٹارگٹ کر رہے ہیں ان کے لیے قانون نام کی کوئی شے حرکت میں نہیں آتی۔ کراچی میں ایک عرصہ سے علمائے اہلسنت والجماعت کو چن چن کر قتل کیا جاتا رہا تب بھی کوئی قانون حرکت میں نہیں آیا۔ ہزاروں بے گناہ لوگ ڈرون حملوں کی زد میں آ کر جان کی بازی ہارتے رہے، کسی کی غیرت نہیں جاگی۔ پشاور سانحہ جس کی بھرپور مذمت مذہبی و دینی جماعتوں نے کی اور قاتلوں سے اظہار برأت کیا لیکن اس کو بنیاد بنا کر دینی کارکنوں کے خلاف آپریشن کیا جارہا ہے اور وہ بھی صرف ایک مکتبہ فکر کے خلاف ......اے نازنیں یہ ادائیں اچھی نہیں

میرے بزرگ عبداللطیف خالد چیمہ کو لاحق فکر بجا ہے کہ اب اس ملک کا کیا بنے گا جس میں دین سے محبت، دینی شعائر کا احترام، دینی شخصیات کی تعظیم اور تکریم اور ان کا دفاع جرم بن گیا ہو۔ جہاں امن کی بجائے عوام میں خوف و ہراس کی فضاء قائم کر دی گئی ہو، واقعتاً اب اس ملک کا کیا بنے گا؟ ہم اُن شہداء کو کیا جواب دیں گے جنھوں نے ملک کے لیے قربانی دی تھی۔ انہوں نے اپنی جانیں اس خطہ زمین میں سیکولر نظام کے لیے نہیں بلکہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے دی تھیں۔

افسوس! حکمرانوں نے قیام پاکستان کے مقاصد سے انحراف کیا اور انہیں فراموش کر دیا۔ لیکن! میرا وجدان کہتا ہے کہ میرے بزرگ کی آنکھوں سے بہتے آنسو اُمید کے چراغ روشن کریں گے اور میرا وطن، میرا ملک، میرا پاکستان ایک دن ضرور نفاذِ اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوگا، یہاں اسلام کا سورج طلوع ہوگا جس کی روشنی سے پاکستان حقیقی اسلامی ملک اور امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے گا۔ (ان شاءاللہ)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی اُموی رحمۃ اللہ علیہ　　　　　　　　　　دوسری وآخری قسط

# مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم

اب اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا جنگ کے لیے نکلنا کھلا گناہ اور عصیان تھا تو اس جنگ میں مقتول ہو کر وہ ہرگز شہادت کا رتبہ حاصل نہ کرتے۔ اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل تاویل کی غلطی اور ادائے واجب میں کوتاہی قرار دیا جا سکتا تو بھی آپ کو شہادت کا مقام حاصل نہ ہوتا۔ کیونکہ شہادت تو صرف اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی شخص اطاعتِ ربانی میں قتل ہوا ہو۔ لہٰذا ان حضرات کے معاملہ کو اسی عقیدہ پر محمول کرنا ضروری ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔

اسی باب کی دوسری دلیل وہ صحیح اور معروف ومشہور احادیث ہیں جو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اور جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''زبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل جہنم میں ہے۔''

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی خبر دے دو'' جب یہ بات ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس لڑائی کی وجہ سے عاصی اور گناہ گار نہیں ہوئے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید نہ فرماتے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل کے بارے میں جہنم کی پیشین گوئی نہ کرتے۔ نیز ان کا شمارہ عشرہ مبشرہ میں ہے، جن کے جنتی ہونے کی شہادت تقریباً متواتر ہے۔

اسی طرح جو حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ان جنگوں میں کنارہ کش رہے، انھیں بھی تاویل میں خطا کار نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ ان کا طرزِ عمل بھی اس لحاظ سے درست تھا کہ اللہ نے ان کو اجتہاد میں اسی رائے پر قائم رکھا۔ جب یہ بات ہے تو اس وجہ سے ان حضرات پر لعن طعن کرنا، ان سے برأت کا اظہار کرنا اور انھیں فاسق قرار دینا، ان کے فضائل ومجاہدات اور ان عظیم دینی مقامات کو کالعدم کر دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔ بعض علماء سے پوچھا گیا کہ اس خون کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی مشاجرات میں بہایا گیا، تو انھوں نے جواب میں یہ آیت پڑھ دی کہ

تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَ لَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ وَ لَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (البقرۃ 141)

یہ ایک اُمّت تھی جو گزر گئی، اس کے اعمال اس کے لیے ہیں اور تمھارے اعمال تمھارے لیے ہیں اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

کسی اور بزرگ سے یہی سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا:

''یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ نے میرے ہاتھوں کو اس میں (رنگنے سے) بچایا، اب میں اپنی زبان کو ان سے آلودہ

نہیں کروں گا۔'' مطلب یہی تھا کہ میں کسی ایک فریق کو، کسی معاملے میں یقینی طور پر خطا کار ٹھہرانے کی غلطی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا۔

علامہ ابن فورکؒ فرماتے ہیں:

''ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو مشاجرات ہوئے، ان کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے درمیان پیش آنے والے واقعات کی۔ وہ حضرات آپ کے ان اختلافات کے باوجود ولایت اور نبوّت کی حدود سے خارج نہیں ہوئے۔ بالکل یہی معاملہ صحابہ رضی اللہ عنہ کے درمیان پیش آنے والے واقعات کا بھی ہے۔''

اور حضرت محاسبیؒ فرماتے ہیں کہ:

''جہاں تک خونریزی کا معاملہ ہے تو اس کے بارے میں ہمارا کچھ کہنا مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں خود صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف تھا۔''

حضرت حسن بصریؒ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی قتال کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ:

''یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے اور ہم غائب۔ وہ پورے حالات کو جانتے تھے ہم نہیں جانتے۔ جس معاملہ پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے۔ ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملہ میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔ اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔''

حضرت محاسبیؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی وہ بات کہتے ہیں جو حسن بصریؒ نے فرمائی۔ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن چیزوں میں دخل دیا ان سے وہ ہم سے کہیں بہتر طریقے پر واقف تھے۔ لہٰذا ہمارا کام یہی ہے کہ جس پر وہ سب حضرات متفق ہوں اس کی پیروی کریں اور جس میں ان کا اختلاف ہو اس میں خاموشی اختیار کریں۔ اور اپنی طرف سے کوئی نئی رائے پیدا نہ کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان حضرات نے اجتہاد سے کام لیا تھا اور اللہ کی خوشنودی چاہی تھی۔ اس لیے دین کے معاملہ میں وہ سب حضرات شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔''

اس طویل عبارت میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ سنت کے عقیدے کی بہترین ترجمانی فرمائی ہے۔ عبارت کے شروع میں انھوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق جو حدیثیں نقل فرمائی ہیں، ان سے اس مسئلہ پر بطور خاص روشنی پڑتی ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور ان دس خوش نصیب حضرات میں آپ کا بھی نام ہے جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر ان کے جنتی ہونے کی خوشخبری دی ہے اور جنھیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ ان دونوں حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرنے کے لیے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا اور اسی دوران شہید ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ احادیث میں ان دونوں حضرات کوشہید قرار دیا۔ دوسری طرف عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سرگرم ساتھیوں میں سے تھے اور انھوں نے پوری قوت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کا مقابلہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بھی شہادت کی پیشین گوئی فرمائی۔ غور کیا جائے تو یہی ارشادات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ ان جنگوں میں کوئی فریق بھی کھلے باطل پر نہ تھا بلکہ ہر ایک فریق اللہ کی رضا کے لیے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق کام کر رہا تھا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر یہ اختلاف کھلے حق و باطل کا اختلاف ہوتا تو ہر ایک فریق کے رہنماؤں کے لیے بیک وقت شہادت کی پیشین گوئی نہ فرمائی جاتی۔ ان ارشادات نے یہ واضح کر دیا کہ حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما بھی اللہ کی خوشنودی کے لیے لڑ رہے تھے اس لیے وہ بھی شہید ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا مقصد بھی رضائے الٰہی کے حصول کے سوا کچھ نہ تھا اس لیے وہ بھی لائق مدح وستائش ہیں۔ دونوں کا اختلاف کسی دنیوی غرض سے نہیں بلکہ اجتہاد ورائے کی بنا پر تھا اور ان میں سے کسی بھی فریق کو مجروح ومطعون نہیں کیا جا سکتا۔

### یہ عقل وانصاف کا فیصلہ ہے یا تحقیقِ حق سے فرار:

غور فرمایئے کہ ہنگامی حالات اور منافقین وروافض وخوارج کی روایات کے شیوع نے روایات میں جو تلبیس اور شبہات پیدا کر دیے تھے، ایسے حالات میں حضرت حسن بصریؒ نے جو فیصلہ فرمایا وہ عقلِ سلیم اور عین عدل وانصاف کا فیصلہ ہے یا اندھی عقیدت مندی اور تحقیقِ حق سے فرار۔ نعوذ باللہ منہ۔

یہاں غور طلب یہ ہے کہ حضرت حسن بصریؒ جو اجلّہ تابعین میں سے صحابہ کرام کو دیکھنے والے ہیں، وہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات میں پیش آنے والے ہنگاموں کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ: "ہمیں ان کے حالات معلوم نہیں" جس کا حاصل یہ ہے کہ حالات کا ایسا علم یقینی شرعی اصول کے مطابق نہیں ہے۔ جس کی بنا پر کسی شخصیت پر کوئی الزام لگایا جا سکے۔

بعد کے آنے والے مؤرخین خواہ وہ ائمہ حدیث بھی ہوں جیسے ابن جریر ابن اثیر وغیرہ۔ ان کو صدیوں کے بعد ان حالات کا علم اِس پیمانے پر کیسے ہو سکتا تھا جن پر کسی عقیدہ یا عمل کی بنیاد رکھی جا سکے؟ اور نہ انھوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ فن تاریخ کا جو چلا ہوا دستور، ہر طرح کی موافق، مخالف، صحیح، سقیم روایات جمع کر دینا ہے، اس کے مطابق انھوں نے اپنی تاریخ میں ہر طرح کی روایات جمع کی ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کا یہ فیصلہ تو ایسا ہے کہ اس میں کسی عقیدہ اور مذہب کا دخل نہیں، کوئی غیر مسلم بھی اگر انصاف پسند ہو تو اس کو بھی روایات تاریخی کے التباس وتضاد کے عالم میں اس کے سوا کسی فیصلے کی گنجائش نہیں کہ بے خبری اور ضروری قابل اعتماد معلومات نہ ہونے کی بنا پر سکوت کو اسلم قرار دے۔

اور جن حضرات علماء نے قرآن وسنت کی نصوص کی بنا پر یہ قرار دیا کہ "ان میں سے جس کسی پر کوئی واقعی الزام

کسی گناہ وخطا کا ثابت بھی ہو جائے تو انجام کار وہ اس گناہ وخطا سے بھی عنداللہ بری ہو چکے ہیں۔ اس لیے اب کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان کے ایسے اعمال کو مشغلہ بحث بنائے۔'' اس کا مستشرقین انکار کریں تو کر سکتے ہیں کہ ان کا قرآن ورسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں وہ ان کے ارشادات کو بھی غلط بتلاتے ہیں۔ ان کی بنا پر کسی کی توثیق وتعدیل کیسے کریں۔ مگر کسی مسلمان کے لیے ان کی مدافعت میں بھی اس کی گنجائش نہیں کہ ان کے اس کفر وانکار کو تسلیم کر کے اس بحث میں الجھ جائے جس کا جال مستشرقین نے اسی لیے پھیلایا ہے کہ قرآن وسنت سے ناواقف یا بے فکر مسلمان اس میں الجھ کر اپنے صحابہ کرام کے مقدس گروہ کا اعتماد کھو بیٹھیں۔ ایسے لوگوں کی مدافعت بھی کرنا ہے تو اس کا محاذ یہ نہیں کہ جہاں وہ مسلمانوں کو کھینچ کر لانا چاہتے ہیں، بلکہ ان کی جنگ کا محاذ یہ ہے کہ ان سے قرآن ورسول کی حقانیت اور صدق پر کلام کیا جائے۔ جو اس کو نہیں مانتا، اس سے مسلمانوں کے گروہ وجماعت کا تقدس منوانے کا کیا راستہ ہے۔ ایسے حالات میں تو مسلمان کی راہ عمل قرآن نے بتلا دی ہے کہ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (الکافرون 6) یعنی ''تمھارے لیے تمھارا دین ہے، ہمارے لیے ہمارا۔'' کہہ کر اپنے ایمان کی حفاظت اور اس کو مضبوط کرنے کی فکر میں لگ جائیں۔ مسلمانوں کو قرآن وسنت کی نصوص سے مطمئن کریں اور غیروں کے اعتراضات کی فکر چھوڑ دیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور اُمّت نے جو مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں کفّ لسان اور سکوت کو اسلم قرار دیا اور اس میں بحث مباحثہ کو خطرۂ ایمان بتلایا یہ کورانہ عقیدت مندی کا نتیجہ نہیں بلکہ عقلِ سلیم اور عدل وانصاف کا فیصلہ ہے۔

جن حضرات نے اس زمانے میں پھر ان مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو موضوع بحث بنا کر کتابیں لکھی ہیں، اگر واقعی ان کا مقصد اس سے ملحدین ومستشرقین کا جواب اور مدافعت ہے تو ان کا فرض ہے کہ یا تو حضرت حسن بصری کے طریق پر ان کو ان کی گمراہی پر متنبہ کریں کہ اعمال واخلاق اور کردار وعمل کے اعتبار سے جن انسانی ہستیوں کو دوست، دشمن، موافق، مخالف سب نے بڑی حیثیت دی ہے، ان کو بے اعتبار اور مجروح کرنے کے لیے جو ہتھیار تم استعمال کر رہے ہو، وہ ہتھیار کند و ناکارہ ہیں۔ تاریخ کی بے سند وتحقیق روایات سے کسی بھی شخصیت کو ملزم نہیں قرار دیا جا سکتا جب تک وہ تواتر کی حد کو نہ پہنچ جائیں۔ یا پھر ان کو یہ بتلا دینا چاہیے کہ ہم بحمد اللہ مسلمان ہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ جن شخصیتوں کی تعدیل وتوثیق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دی، اس کے خلاف اگر کوئی بھی روایت ہمارے سامنے آئے گی، ہم اس کو بمقابلہ قرآن وسنت کی نصوص کے جھوٹ وافتراء یا کم از کم مرجوح اور مجروح قرار دیں گے۔ **هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا و من اتبعني.**

ان دونوں طریقوں کے سوا کوئی تیسرا طریقہ مستشرقین وملحدین کی مدافعت کا نہیں ہوسکتا اور اگر خدانخواستہ اس بحث سے مقصود مدافعت نہیں، محض تحقیق وریسرچ کا شوق پورا کرنا ہے تو یہ نہ اپنے ایمان کے لیے کوئی اچھا عمل ہے، نہ مسلمانوں کے لیے کوئی اچھی خدمت۔

**دردمندانہ گزارش:**

میں اس وقت اپنی عمر کے آخری ایام مختلف قسم کے امراض اور روز افزوں ضعف کی حالت میں گزار رہا ہوں۔ زندگی سے دور موت سے قریب ہوں۔ یہ وہ وقت ہے جس میں فاسق، فاجر بھی توبہ کی طرف لوٹتا ہے، جھوٹا آدمی سچ بولنے لگتا ہے۔ضدی آدمی اپنی ضد چھوڑ دیتا ہے۔

گریۂ شام سے تو کچھ نہ ہوا ان تک اب نالۂ سحر جائے
دلِ مجروح کی صدا ہے یہ کاش دل میں ترے اتر جائے

اس وقت کسی تصنیف وتالیف کے شوق نے مجھے یہ صفحات نہیں لکھوائے بلکہ اُمّت مسلمہ کا وہ سویا ہوا فتنہ جس نے اپنے وقت میں ہزاروں لاکھوں کو گمراہ کر دیا تھا۔اس وقت ملحدین اور مستشرقین کی گہری چال سے اس کو پھر بیدار کر کے مسلمانوں کو تباہ کرنے والے بہت سے فتنوں میں سے ایک اور نئے فتنے کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ملحدین اور مستشرقین کی شرارتوں اور اسلام دشمن رویوں سے ہمارے عوام اور نوتعلیم یافتہ حضرات نہ سہی، مگر علم وبصیرت رکھنے والے مسلمان تو کم از کم واقف ہیں۔ان کی باتوں سے اتنے متاثر نہیں ہوئے، مگر ہمارے ہی مسلمان اہل قلم حضرات کی ان کتابوں نے وہ کام پورا کر دیا جو مستشرقین نہ کر سکتے تھے کہ خود لکھے پڑھے اہلِ علم اور پختہ ایمان مسلمانوں کے ذہنوں کو صحابہ کرام کے بارے میں متزلزل کر دیا اور حدود و مذہب و دین سے آزاد علوم قرآن وسنت سے بے خبر نوتعلیم یافتہ نوجوانوں میں تو ان حضرات پر اس طرح طعن وتشنیع اور جرح وتنقید ہونے لگی جیسے موجودہ زمانے کے اقتدار پرست لیڈروں پر ہوتی ہے اور یہ گمراہی کا وہ درجہ ہے کہ اس کے بعد قرآن وسنت، توحید ورسالت اور اصولِ دین سبھی مجروح و ناقابل اعتبار ہو جاتے ہیں۔

اسی لیے عام مسلمانوں کی اور اپنے نوخیز تعلیم یافتہ طبقے کی اور خود ان حضرات مصنفین کی خیر خواہی اور نصیحت کے جذبے سے یہ صفحات سیاہ کیے ہیں۔کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان میں اثر دے اور یہ حضرات میری گزارشات کو خالی الذہن ہو کر پڑھ لیں، جواب دہی کی فکر نہ کریں۔اپنی آخرت کو سامنے رکھ کر اس پر غور کریں کہ نجاتِ آخرت کا راستہ جمہور اُمّت کی راہ سے الگ نہیں ہوسکتا۔جس معاملہ میں ان حضرات نے سکوت اور کفّ لسان کو اختیار کیا، وہ کسی بزدلی یا خوف مخالف سے نہیں بلکہ عقل سلیم اور اصول دین کے مطابق سمجھ کر اختیار کیا۔ان کے طریق سے الگ ہو کر محققانہ بہادری دکھانا کوئی اچھا کام نہیں ہوسکتا۔اگر اپنی کوئی غلطی واضح ہو جائے تو آئندہ اس سے بچنے اور مسلمانوں کو بچانے کا اہتمام کریں اور جتنا ہو سکے سابقہ غلطی کا تدارک کریں۔یہ بحثیں اور سوال وجواب کی طمطراق بہت جلد ختم ہو جانے والی ہے اور اس کا ثواب یا عذاب باقی رہنے والا ہے۔**ما عندکم ینفذ و ما عنداللّٰہ باق.**

نہ بہ نقش بستہ مشوشم نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم نفسے بیاد تو می زنم چہ عبارت و چہ معانیم

**و ما علینا الّا البلاغ المبین**

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی دوسری قسط

# سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا علمی مقام

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ جس طرح عقل ودانائی اور تدبیروسیاست میں ممتاز تھے اسی طرح آپ کا علمی مقام بھی بہت بلند تھا۔ عرب کے مروجہ علوم اور فن کتابت میں مہارت رکھتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر 8 برس تھی۔ یہ آپ کی عظیم سعادت تھی کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم جیسے خلفائے راشدین کے پاکیزہ دورِ رشدوہدایت میں آپ کی تعلیم وتربیت ہوئی۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے اپنے علم کو اتنی وسعت دے دی تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حلقے میں آپ احترام کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم آپ کے ہم عصر ہونے کے علاوہ آپ کے تفقہ فی الدین کے معترف تھے۔ مذہبی علوم میں اتنا درک حاصل تھا کہ اہل فتاویٰ میں شمار کئے جانے لگے۔ آپ علم وفقہ اور عدل میں مصروف ہیں۔ آپ کی فقاہت کی شہادت امام مالک، امام محمد، امام بخاری اور دیگر ائمہ فقہ وحدیث نے دی ہے اور آپ کے فتاویٰ اور قضایا سے باقاعدہ استدلال کیا ہے۔

علاوہ ازیں قرآن مجید نے ''خشیتِ الٰہی'' کو علماء کا ایک نمایاں وصف قرار دیا ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورۃ فاطر آیت 28)

اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

اس علم سے مراد کتاب وسنت اور اسرارالٰہیہ کا علم ہے اور جتنی انہیں رب کی معرفت حاصل ہوتی ہے اتنا ہی وہ رب سے ڈرتے ہیں گویا جن کے اندر خشیت الٰہی نہیں ہے وہ علم صحیح سے محروم ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:

**لیس العلم عن کثرۃ الحدیث لکن العلم عن کثرۃ الخشیۃ**

زیادہ باتیں بتانا علم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے خشیت (یعنی ڈرنے) کو علم کہتے ہیں۔

حضرت امام مجاہد فرماتے ہیں:

**انما العالم من خشی اللّٰه عزوجل**

عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

حضرت ربیع بن انس کا ارشاد ہے کہ:

**من لم یخش اللّٰه تعالیٰ لیس بعالم**

جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں وہ عالم نہیں ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی تحت الآیۃ)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ خشیت الٰہی کے وصف سے بھی متصف تھے۔ امام بخاری نے سورۃ آل عمران آیت 188 ''لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ ....'' کے تحت ان کی ''خشیت الٰہی'' کا ذکر فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا ...... رقم الحدیث 4568، اس صفت کے اعتبار سے بھی ان پر ''عالم'' کا اطلاق ہوتا ہے۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ حصولِ علم میں ہمیشہ مگن رہے، مدینہ طیبہ کی گورنری اور مسجد نبوی میں امامت وخطابت کے دوران بھی دینی مسائل میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استفادہ اور مشورہ فرمایا کرتے تھے۔

امام محمد بن سعد لکھتے ہیں کہ:

**وکان مروان فی ولایتہ علی المدینۃ یجمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستشیرھم ویعمل بمایجمعون لہ علیہ** (طبقات ابن سعد ج 5، ص 30، تحت تذکرہ مروان بن الحکمؓ)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اپنی گورنری کے دوران نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیا کرتے تھے اور جس رائے پر وہ اتفاق کرتے اس پر عمل کرتے تھے۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک کثیر الروایت صحابی ہر مسئلہ سے آگاہ ہو، بعض دفعہ ایک قلیل الروایت یا صغیر السن صحابی بھی کسی خاص مسئلہ کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہے۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ایک دینی مسئلہ کے بارے میں جانتے تھے کہ اس کے متعلق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ صحیح نہیں ہے۔ جب ان کے سامنے حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کے موافق قول نقل کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کبھی اس حال میں صبح کرتے کہ آپ ﷺ جنبی ہوتے پھر آپ ﷺ غسل فرماتے اور روزہ رکھ لیتے''

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ (جو ان دنوں مدینہ منورہ کے گورنر تھے) نے کہا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ضرور سناؤ، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں روزہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت ''ذوالحلیفہ'' میں تھے کہ ان کی ملاقات حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ سے ہوگئی تو انہوں نے ان سے کہا:

**''بانی ذاکر لک امرا ولولا ان مروان اقسم علی فیہ لم اذکرہ لک فذکر قول عائشۃ وام سلمۃ فقال کذٰلک حدثنی الفضل بن عباس وھن اعلم''**

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الصائم یصبح جنبا، رقم الحدیث 1925)

جبکہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا مسئلہ سن کر آخر میں فرمایا:

**''ھما اعلم...... فقال ابوھریرۃ سمعت ذٰلک من الفضل (ابن عباس) ولم اسمعہ من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، قال: فرجع ابوھریرۃ عما کان یقول فی ذٰلک الحدیث''**

(صحیح مسلم کتاب الصوم، باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب ج1،ص353)

میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور اگر مروان رضی اللہ عنہ نے مجھے قسم نہ دی ہوتی تو میں آپ سے بیان نہ کرتا، یہ کہہ کر انہوں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ حدیث انہیں سنائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بات (کہ اگر حالت جنابت میں صبح ہو جائے تو روزہ صحیح نہیں ہوتا) مجھ سے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھی۔ ام المؤمنین زیادہ جانتی ہیں (لہٰذا ان ہی کی بات قابل تسلیم ہے) جبکہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن حارث سے فرمایا کہ: ''یہ مسئلہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے نہیں سنا تھا بلکہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیان کردہ حدیث سے رجوع کر لیا۔

امام مالک نے بھی سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو اپنی کتاب ''المؤطا'' میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

**(المؤطا امام مالک، کتاب الصیام، باب ماجاء فی صیام الذی یصبح جنبا فی رمضان ص 228،** طبع قدیمی کتاب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

جامعہ ازہر کے فاضل استاد ڈاکٹر ابراہیم علی شعوط سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا علمی مقام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

**لقد عامر عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر وتوفی قبلھما وکان لہ معھما سباق فی المجال العلمی......**

سیدنا مروان، حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے ہم عصر تھے اور انہوں نے ان دونوں سے پہلے وفات پائی اور وہ ان دونوں سے بعض علمی امور میں آگے بڑھتے رہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اس ''علمی سبقت'' کی مثال میں ایک عورت کا ذکر کیا ہے جس نے ایک کام کے سلسلے میں نذر مانی تھی کہ اگر اس نے وہ کام کر دیا تو وہ اپنے بیٹے کو کعبہ کے پاس ذبح کر دے گی پھر اس نے وہ کام کر دیا۔ پھر اس عورت نے مدینہ منورہ آ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فتویٰ طلب کیا تو انہوں نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور اس نے اپنے نفسوں کو قتل کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔''

پھر اس عورت نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور ''نذر'' دین ہے اور اس نے تمہیں اپنی جانوں کے قتل سے بھی منع فرمایا ہے پھر انہوں نے اسے عبدالمطلب کی نذر کا قصہ سنایا اور اس فدیہ کا بھی ذکر کیا جو انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے دیا تھا پھر عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما نے اس عورت سے کہا: کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو اپنے بیٹے کے بدلے ایک سو اونٹ ذبح کر دے۔

**''فبلغ الحدیث مروان وھو امیر المدینة فقال: ماارى ابن عمر ولاابن عباس قداصابا الفتیا، اما علما انه لانذر فی معصیة اللّٰہ، استغفری اللّٰہ وتوبی وتصدقی واعملی ماشئت من الخیر، فاما ان تنحری ابنک فقدنھاک اللّٰہ عن ذٰلک فسر الناس بذٰلک واعجبھم قول مروان ورأو انه قد اصاب الفتیا فلم یزالوا یفتون بان لانذر فی معصیة''**

**(اباطیل یجب ان تمحی من التاریخ ص 314، 315، تحت مکانته العلمیة'')**

پس (حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا) یہ فیصلہ گورنر مدینہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا: ''میں نہیں خیال کرتا کہ ان دونوں نے درست فتویٰ دیا ہو، علمی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر اور توبہ کر اور صدقہ دے اور امور خیر میں سے جو تو چاہے عمل کر...... جہاں تک بیٹے کو ذبح کرنے کا تعلق ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ نے تجھے منع فرمایا ہے، پس لوگ اس فیصلے سے خوش ہوگئے اور انہیں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ بہت پسند آیا اور انہوں نے برملا اس رائے کا اظہار کیا کہ انہوں نے درست فتویٰ دیا ہے، پھر وہ اسی کے مطابق ہمیشہ فتویٰ دیتے رہے کہ اللہ کی معصیت میں نذر پوری نہ کی جائے۔''

ڈاکٹر ابراہیم علی شعوط اس فتویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

**ھذا ویظھر ان مروان اعتمد فی ھذہ الفتیا علی حدیث عائشة رضی اللّٰہ عنھا من نذر ان یطیع اللّٰہ فلیطعه ومن نذر ان یعصیه فلا یعصه** (حوالہ مذکور)

یہ فتویٰ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی علمیت کو ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے اس فتویٰ کے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث پر اعتماد کیا ہے جس میں آپ فرماتی ہیں کہ: ''جو شخص اللہ کی اطاعت (نیک کاموں) کی نذر کرے وہ اسے بجالائے اور جو شخص اللہ کی نافرمانی (گناہ کے کاموں) کی نذر کرے تو وہ ہرگز وہ کام نہ کرے۔''

**(صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب النذر فیما لایملک ولا فی معصیة رقم الحدیث، 6700)**

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کا اندازہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان توصیفی کلمات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے ان کے بارے میں ارشاد فرمائے تھے:

امام ذہبی (م 748ھ) لکھتے ہیں کہ:

**وقال قبیعة بن جابر: قلت لمعاویة، من تریٰ للامر بعدک؟ فسمی رجالاً ثم قال: واما القاری (لکتاب اللّٰہ)، الفقیه (فی دین اللّٰہ)، الشدید فی حدود اللّٰہ، مروان''**

(سِیَر اعلام النبلاء، الجزء الثالث ص 477/ البدایة والنہایة الجزء الثامن ص 257)

حضرت قبیعہ بن جابر نے کہا: میں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اپنے بعد کس کو خلیفہ نامزد کرنے کا

ارادہ ہے؟ توانہوں نے چند آدمیوں کے نام لینے کے بعد سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

یہ کتاب اللہ کے قاری ہیں، اللہ کے دین کے فقیہ اور اللہ کی حدود قائم کرنے میں شدید ہیں۔ امام شافعی جنگ جمل کے بعد سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خود حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

**وھو مع ذٰلک سید من شباب قریش** (حوالہ مذکور)

امام مالک سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا خود اپنا یہ اعتراف نقل کرتے ہیں کہ:

**قرأت کتاب اللّٰہ من اربعین سنۃ ثم اصبحت فیما انا فیہ من ھرق الدماء وھذا الشأن**

(حوالہ مذکور ص479)

میں 40 سال سے اللہ کی کتاب پڑھ رہا ہوں پھر خون ریزی اور ان امور میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

قاضی ابوبکر ابن العربی (م 543ھ) لکھتے ہیں کہ:

**واما قول القائلین فی مروان والولید فشدید علیھم وحکمھم علیھما بالفسق، فسق منھم. مروان رجل عدل من کبار الامۃ عند الصحابۃ والتابعین وفقھاء المسلمین، اما الصحابۃ فان سھل بن سعد الساعدی روئ عنہ، واما التابعون فاصحابہ فی السن، وان کان جازھم باسم الصحبۃ فی احد القولین، واما فقھاء الامصار فکلھم علی تعظیمہ واعتبار خلافتہ والتلفت الی فتواہ والانقیاد الی روایتہ، واما السفھاء من المؤرخین والادباء یقولون علی اقدارھم** (العواصم من القواصم ص89، 90)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اور ولید کے متعلق ناقدین کا قول اور ان دونوں پر فسق کا حکم خود ان ہی پر شدید اور ان ہی کے فسق کی دلیل ہے۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ، صحابہ وتابعین اور مسلم فقہاء کے نزدیک عادل وثقہ اور اس امت کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔ صحابہ میں سے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے اور رہے تابعین تو وہ عمر کے اعتبار سے آپ (مروان رضی اللہ عنہ) کے ساتھیوں میں سے ہیں اگرچہ آپ دو قولوں میں سے ایک قول کے مطابق صحبت کے اعتبار سے ان سے فائق ہیں۔ فقہائے زمانہ تو سب کے سب ان کی تعظیم پر، ان کی خلافت کی حجیت پر، ان کے فتاویٰ کے لائق اعتناء ہونے پر اور ان کی روایات کی پیروی پر متفق ہیں لیکن ناسمجھ مؤرخین اور ادیب اپنے ظرف کے مطابق سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے خلاف باتیں بناتے ہیں۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی علمی قابیت اور وثاقت ثابت کرنے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ ان سے صحابہ بالخصوص سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ اور جلیل القدر صحابی مدینہ منورہ میں ان کی نیابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔

**''ان اباھریرۃ کان حین یستخلفہ مروان علی المدینۃ اذا قام للصّلٰوۃ المکتوبۃ کبر''**

(صحیح مسلم ج1، ص169، کتاب الصلوٰۃ، باب اثبات التکبیر فی کل رفع وخفض فی الصلوٰۃ)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (م 728ھ) فرماتے ہیں کہ:

**"بل اخرج اهل الصحاح عدة احاديث عن مروان وله قول مع اهل الفتيا"**

(منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ ولقدریۃ، الجزء الثالث، ص 189)

محدثین صحاح نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے متعدد احادیث کی تخریج کی ہے اوران کا قول اہل فتویٰ میں شمار ہوتا ہے۔

امام ابن کثیر (م 774ھ) لکھتے ہیں کہ:

**"كان مروان من سادات قريش وفضلائها...... القارى لكتاب الله، الفقيه فى دين الله، الشديد فى حدود الله...... كان عند مروان قضاء وكان يتبع قضا يا عمر بن الخطاب"**

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ قریش کے سادات اور فضلاء میں سے تھے...... یہ کتاب اللہ کے قاری، دین کے فقیہ اور اللہ کی حدود کے قیام میں بہت شدید ہیں۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے پاس قضاء کا منصب بھی تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں سے رہنمائی لیتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ، الجزء الثامن، ص 257، 258)

حافظ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ) لکھتے ہیں کہ:

**وارسل عن النبى صلى الله عليه وسلم وروى عن غير واحد من الصحابة منهم عمر و عثمان وعلى وزيد بن ثابت وعبدالرحمن بن الاسود بن عبديغوث وبسرة بنت صفوان وقرنه البخارى بالمسور بن مخرمة...... روى عنه سهل بن سعد وهو اكبر منه سنا وقدراً لانه من الصحابة، وروىٰ عنه من التابعين، ابنه عبدالملک وعلى بن الحسين وعروة بن الزبير وسعيد بن المسيب وابوبكر بن عبدالرحمن بن الحرث وعبيدالله بن عبدالله بن عتبة وغيرهم وكان يُعَدُّ فى الفقهاء**

(الاصابہ مع الاستیعاب الجزء الثالث ص 477، تحت مروان بن الحکمؓ)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے بطریق "ارسال" حدیث روایت کی ہے (کیونکہ آپ کی رؤیت تو ثابت ہے لیکن سماع ثابت نہیں) اور خود انہوں نے ایک سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبدیغوث وبسرۃ بنت صفوان رضی اللہ عنہم جبکہ امام بخاری نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملا کر احادیث روایت کی ہیں۔

خود سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے صحابی رسول حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ جو ان سے عمر اور مرتبے میں بڑے تھے، حدیث بیان فرمائی ہے۔ اسی طرح سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے تابعین عظام کی ایک جماعت نے بھی احادیث روایت کی ہیں جن میں ان کے بیٹے عبدالملک، علی بن حسین (امام زین العابدین)، عروہ بن زبیر، سعید بن

مسیّب، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کے علاوہ دیگر حضرات بھی شامل ہیں۔ نیز سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اپنے دور کے فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے۔

حافظ ابن حجر (م 852ھ) اپنی ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

**''وقال عروۃ بن الزبیر، کان مروان لایتھم فی الحدیث وقدروی عنہ سھل بن سعد الساعدی الصحابی اعتماداً علی صدقہ''** (ہدی الباری، فتح الباری ج 14 ص 443، دارنشر الکتب الاسلامیۃ لاہور)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے (تمام تر اختلافات کے باوجود) کہا کہ:

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث بیان کرنے میں متہم نہیں ہیں، حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے ان کے صدق پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے حدیث روایت کی۔

علامہ ابن حسن دیار بکری (م 982ھ) سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ:

**''انہ کان اقرأ الناس للقرآن...... وکان مروان فقیھاً، عالماً، ادیباً''**

(تاریخ الخمیس ج 2 ص 397، تحت مروان بن الحکمؓ)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ لوگوں میں سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے اور وہ ایک فقیہ، عالم اور ادیب تھے۔ غرضیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام کے علاوہ امام مالک (م 179ھ)، امام محمد (م 189ھ)، امام شافعی (م 204ھ)، امام احمد بن حنبل (م 241ھ)، امام بخاری (م 256ھ) اور دیگر ائمہ حدیث وفقہ نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے ''قضایا وفتاویٰ ومرویات'' سے استنباط واستدلال کر کے ان کی دینی فقاہت، خشیتِ الٰہی، صدق ودیانت اور علمی وثاقت وقابلیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

''مرویات سیدنا مروان رضی اللہ عنہ'' کی مفصل بحث راقم الحروف کی زیر طبع کتاب ''سیدنا مروانؓ...... شخصیت اور کردار'' کا ایک اہم باب ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں ''مرویات سیدنا مروان'' سے متعلق صرف حوالہ جات پر مشتمل ایک مختصر فہرست نذر قارئین کی جارہی ہے جس سے ان کا جذبۂ اتباع سنت، شوق حدیث اور احترامِ حدیث کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔

## المؤطا للامام مالک بن انسؒ (م 179ھ)

امام مالک بن انس المدنی ایک جلیل القدر امام تھے، 93ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور 179ھ میں مدینہ منورہ ہی میں وفات پا کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

امام مالک کی امامت وجلالتِ حدیث کے نقد وجرح میں مہارت وبصیرت اور کتاب وسنت سے استخراج احکام میں فراست پر سب علماء کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور آپ کے معاصرین سب ہی اس کے معترف ہیں۔ روایتِ حدیث میں آپ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ بعض صالح اور متقی بزرگوں سے احادیث صرف اس لیے روایت نہیں کرتے تھے کہ وہ محدث نہ تھے۔ دوسری طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا یہ حال تھا کہ زندگی بھر مدینہ میں کسی جانور پر اس لیے سوار نہ ہوئے کہ

اس زمین میں نبی اکرم ﷺ مدفون ہیں۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ عہد عثمانی میں 24ھ کے بعد سے 64ھ کے اوائل تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ بعہد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کاتب اور بعہد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ''قضاۃ اور گورنری'' جیسے اعلیٰ مناصب کے حامل رہے۔ قتل عثمان، جنگ جمل، جنگ صفین، واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ جیسے سانحات کے سینکڑوں گواہ نیز خود سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو دیکھنے والے، جاننے والے، ملنے والے، تعلق ومحبت رکھنے والے، ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنے والے اور اختلاف کرنے والے امام مالک کے دورِ حیات (93ھ تا 179ھ) میں موجود تھے مگر اس کے باوجود موصوف سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان مغالب، الزامات واتہامات اور اعتراضات سے آگاہ نہیں ہوسکے جو بعد کے مؤرخین اور بعض علمائے اہل سنت نے بیان کیے ہیں۔

امام مالک نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی صداقت اور دیانت پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''المؤطا'' کے متعدد مقامات پر ان کی مرویات باسند نقل کر کے ان سے شرعی مسائل اخذ کیے ہیں۔ یہ ملحوظ رہے کہ مؤطا امام مالک کو ابتداء میں ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' کہا جاتا تھا، اس کے بہت بعد یہ لقب صحیح بخاری کو ملا کیونکہ اس میں مؤطا کی تقریباً تمام احادیث بے شمار دوسری احادیث کے ساتھ موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو:

درسِ ترمذی ج 1 ص 46، مؤلف مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

علامہ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ) لکھتے ہیں کہ:

**''وقداعتمد مالک علی حدیثه ورأیه والباقون سوی مسلم''**

(ہدی الساری، فتح الباری، ج 14، ص 443، دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور)

امام مالک نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ان کی مجتہدانہ رائے پر اعتماد کیا ہے اور اسی طرح مسلم کے علاوہ باقی محدثین نے بھی......امام مسلم کے حوالے سے ''عدم اعتماد'' کی بات صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح مسلم کے متعدد مقامات پر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ مسائل اور دیگر متعلقات باقاعدہ ان کے نام سے موجود ہیں۔

اس تمہید کے بعد ''مؤطا امام مالکؒ، مؤطا امام محمدؒ، مسند للامام احمد بن حنبلؒ اور صحیح بخاری'' میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی مرویات سے متعلق حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

1) مؤطا امام مالک، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من مس الفرج ص 29
2) مؤطا امام مالک، کتاب الاقضیۃ، باب ماجاء فی الیمین علی المنبر ص 636
3) مؤطا امام مالک، کتاب العقول، باب القصاص فی القتل، ص 679
4) مؤطا امام مالک، کتاب السرقۃ، باب مالاقطع فیہ، ص 692
5) مؤطا امام مالک، کتاب السرقۃ، باب مالاقطع فیہ، ص 692

6) موطاامام مالک، کتاب الصیام، باب ماجاء فی صیام الذی یصبح جنباً فی رمضان،ص 228

الموطاللامام محمد رحمہ اللہ (م189ھ)

7) موطاللامام محمد، ابواب الصیام، باب الرجل یطلع لہ الفجر فی رمضان وھو جنب ،ص 182

8) موطاللامام محمد، کتاب الدیات، باب دیۃ الاسنان،ص 293، 294

9) موطاللامام محمد، کتاب الحدود فی السرقۃ، باب من سرق ثمراً أو غیر ذلک مما لم یحرز،ص 302

10) موطاللامام محمد، کتاب الحدود، باب المختلس ،ص 306

11) موطاللامام محمد، کتاب البیوع، باب الھبۃ والصدقۃ،ص 348، 349

المسند للامام احمد بن حنبلؒ (م241ھ)

12) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 19116

13) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 19117

14) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 19121

15) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 19128

16) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 19132

17) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 19136

18) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 19137

19) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 21923

20) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 21938

21) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 21945

22) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 21967

23) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 21972

24) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 21980

25) مسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 21985

الصحیح للامام بخاریؒ (م256ھ)

26) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب لایستوی القاعدون من المؤمنین، رقم الحدیث 4592

27) صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب لایستوی القاعدون من المؤمنین، رقم الحدیث 2832

28) صحیح بخاری، کتاب المناسک باب التمتع والقران، رقم الحدیث 1563

29) صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب القراۃ فی المغرب، رقم الحدیث746
30) صحیح بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیہا، رقم الحدیث2583
31) صحیح بخاری، کتاب الھبۃ، باب من رای الھبۃ الغائبۃ جائزۃ، رقم الحدیث 2584
32) صحیح بخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذاوہب شیأً لوکیل اوشفیع قوم جاز، رقم الحدیث2307
33) صحیح بخاری، کتاب العتق، باب من ملک من العرب رقیقاً، رقم الحدیث 2539
34) صحیح بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیہا، باب اذا وہب جماعۃ لقوم او وہب رجل جماعۃ (مقسوما اوغیرمقسوم) جاز، رقم الحدیث 2607
35) صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب من قال ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین، رقم الحدیث3132
36) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیأ (سورۃ التوبہ 25-27) رقم الحدیث4318
37) صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب العرفاء للناس، رقم الحدیث7176
38) صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب مایجوزمن الشروط فی الاسلام والاحکام والمبایعۃ، رقم الحدیث2711-2712
39) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ (عمرۃ) الحدیبیۃ، رقم الحدیث 4178-4180
40) صحیح بخاری، کتاب الشروط۔ باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ الشروط مع الناس بالقول، رقم الحدیث2731
41) صحیح بخاری، کتاب المناسک باب من اشعروقلد بذی الحلیفۃ ثم احرم، رقم الحدیث1694-1695
42) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، رقم الحدیث 4157-4158

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی مرویات جامع ترمذی، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مصنف لعبدالرزاق اور مصنف لابن ابی شیبۃ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس تفصیل سے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عظمت وبزرگی، تفقہ واجتہاد، عدالت وجلالت، علمیت وفضیلت اوران کے انتہائی بلند علمی مقام کا بھی بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اورخودان سے بعض صحابہ وتابعین نے احادیث روایت کی ہیں جنہیں آگے اسی اعتماد کے ساتھ امام مالک (م 179ھ)، امام محمد (م 189ھ)، امام شافعی (م 204ھ)، امام احمد بن حنبل (م 241ھ)، امام بخاری (م 256ھ)، امام ترمذی (م279ھ)، امام ابوداوٗد (م275ھ)، امام نسائی (م303ھ) اورامام ابن ماجہ (م273ھ) نے اپنی کتب میں روایت کیا ہے۔ (جاری ہے)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ قسط: اوّل

# علماءِ آخرت کی پہچان

عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمُ بْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ أَفْنَاهُ وَ عَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ وَ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَ فِيْمَ أَنْفَقَهٗ وَ مَا ذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ. [۱]

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک (محاسبہ کی جگہ سے) نہیں ہٹ سکتے جب تک پانچ چیزوں کا مطالبہ نہ ہو جائے (اور ان کا معقول جواب نہ ملے) اپنی عمر کس کام میں خرچ کی؟ اپنی جوانی کس چیز میں خرچ کی؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اپنے علم پر کیا عمل کیا؟

پانچواں مطالبہ حدیث بالا میں جس کا قیامت کے میدان میں جواب دینا ہوگا، یہ ہے کہ جو علم حق تعالیٰ سبحانہٗ نے تمھیں عطا کیا تھا، اس پر کس حد تک عمل کیا؟

کسی جرم کا معلوم نہ ہونا کوئی عذر نہیں، قانون سے ناواقفیت کسی عدالت میں بھی معتبر نہیں، کیونکہ اس کا معلوم کرنا اپنا فریضہ ہے۔ اور یہ بات کہ اللہ کا حکم معلوم نہیں تھا مستقل جرم اور مستقل گناہ ہے۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر مسلمان پر (دینی) علم کا سیکھنا فرض ہے۔ [۲]

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے علم سے ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہا کرو، علم میں خیانت مال میں خیانت سے زیادہ سخت ہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اس کا مطالبہ ہوگا۔ [۳]

اور یہ مضمون تو بہت سی احادیث میں ہے کہ جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ [۴]

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جس میں بعض قوموں کی تعریف فرمائی اور پھر یہ ارشاد فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنی پڑوسی قوموں کو تعلیم نہیں دیتیں، نہ اُن کو نصیحت کرتی ہیں، نہ اُن کو سمجھ دار بناتی ہیں، نہ اُن کو اچھی باتوں کا حکم کرتی ہیں نہ بری باتوں سے روکتی ہیں۔ اور یہ کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنے پڑوسیوں سے نہ علم سیکھتی ہیں، نہ سمجھ سیکھتی ہیں، نہ نصیحت حاصل کرتی ہیں۔ یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں اور اُن کو نصیحت کریں اور اُن کو سمجھ دار بنائیں، اور دوسرے لوگ اِن علم والوں سے اُن چیزوں کو حاصل کریں، اور اگر ایسا نہ ہوا تو خدا کی قسم میں اُن سب کو دنیا ہی

میں سخت سزا دوں گا۔ (آخرت کا قصہ الگ ہے) اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ممبر سے اتر آئے......

لوگوں میں اس کا چرچا ہوا کہ اس سے کون سی قومیں مراد ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اشعری قوم کے لوگ مراد ہیں کہ وہ اہلِ علم ہیں، اہلِ فقہ ہیں اور اُن کے آس پاس کی رہنے والی قومیں جاہل ہیں۔ یہ خبر اشعری لوگوں کو پہنچی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بعض قوموں کی تو تعریف فرمائی، اور ہم لوگوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاک ارشاد اُن کے سامنے فرمایا کہ یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں اور اُن کو نصیحت کریں، ان کو سمجھ دار بنائیں، اُن کو اچھی باتوں کا حکم کریں، بری باتوں سے منع کریں اور دوسرے لوگ اُن سے ان چیزوں کو حاصل کریں۔ ورنہ میں دنیا ہی میں سخت سزا دوں گا۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دوسروں کو کس طرح سمجھ دار بنائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا، انھوں نے تیسری دفعہ پھر یہی عرض کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا، تو انھوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اچھا ایک سال کی مہلت ہم کو دے دیں......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اُن کے پڑوسیوں کی تعلیم کے لیے ایک سال کی مہلت عطا فرمادی۔ [۵]

اس حدیث پاک اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سخت عتاب سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو لوگ خود اہلِ علم ہیں، سمجھ دار ہیں۔ اُن کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آس پاس کے رہنے والے جاہلوں کی تعلیم کی کوشش کریں۔ اُن کا یہ خیال کہ جس کو غرض ہوگی خود سیکھے گا، کافی نہیں۔ نہ سیکھنے کا مستقل مطالبہ اور مستقل گناہ اُن کے ذمہ ہے۔ لیکن اُن کو سکھانے کی ذمہ داری ان عالموں کی بھی ہے کہ یہ خود اس کی کوشش کریں، اس کی تدبیریں کریں کہ وہ علم سیکھیں۔ یہ بھی اپنے علم پر عمل کرنے میں داخل ہے کہ علم کے عمل میں اس کا سکھانا بھی داخل ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں کثرت سے نقل کی گئی ہیں اُن میں یہ دعاء بھی بکثرت وارد ہے کہ

اے اللہ! میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔ [۶]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص (یعنی ایک نوع آدمیوں کی چاہے اُس نوع کے کتنے ہیں آدمی ہوں) لایا جائے گا اور اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا جس سے اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی، اور وہ ان کے گرد اس طرح گھومے گا جیسا کہ چکی کا گدھا چکی کے گرد پھرتا ہے (یعنی جیسا کہ جانور گدھا بیل وغیرہ آٹا پیسنے کی چکی کے چاروں طرف گھومتا ہے) جہنم کے لوگ اُس کے چاروں طرف جمع ہو جائیں گے، اور اس سے دریافت کریں گے، تجھے کیا ہوا، تو ہم کو بھی اچھی باتوں کا حکم کرتا تھا، بری باتوں سے روکتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ میں تم کو اس کا حکم کرتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ [۷]

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے شبِ معراج میں ایک جماعت کو دیکھا کہ اُن کے ہونٹ جہنم کی آگ کی قینچیوں سے کترے جا رہے ہیں۔ میں نے حضرت جبرئیل (علیہ السلام) سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ یہ آپ کی اُمّت کے وہ واعظ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔[۸]

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ''زبانیۃ'' ایسے پڑھے لکھوں کو جو فِسق میں مبتلا ہوں دوسروں سے بھی پہلے پکڑیں گے۔ وہ کہیں گے یہ کیا ہوا کہ ہماری پکڑ کافروں سے بھی پہلے ہو رہی ہے۔ اُن کو جواب دیا جائے گا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے (یعنی تم نے باوجود جاننے کے یہ حرکتیں کیں)۔[۹]

''زبانیۃ'' فرشتوں کی وہ سخت ترین جماعت ہے جو لوگوں کو جہنم میں پھینکنے پر مامور ہے۔ سورۂ اقراء میں بھی اُن کا ذکر ہے۔[۱۰]

ایک حدیث میں ہے کہ بعض جنتی بعض جہنمی لوگوں کے پاس جا کر کہیں گے کہ تمھیں کیا ہوا، تم یہاں پڑے ہو؟ ہم تو تمھاری ہی وجہ سے جنت میں گئے ہیں کہ تم ہی سے ہم نے علم سیکھا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم دوسروں کو تو بتاتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

حضرت مالک بن دینار، حضرت حسن بصری کے ذریعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص بھی وعظ کہتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس سے قیامت کے دن مطالبہ فرمائیں گے کہ اس کا کیا مقصد تھا؟ (یعنی اُس سے کوئی دنیوی غرض تھی، مال ومنفعت یا جاہ وشہرت یا خالص اللہ کے واسطے کہا تھا) حضرت مالک کے شاگرد کہتے ہیں کہ مالک رحمۃ اللہ علیہ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو اتنا روتے کہ آواز نہ نکلتی۔ پھر یوں فرماتے کہ تم یوں سمجھتے ہو کہ وعظ سے میری آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے (یعنی میرا دل خوش ہوتا ہے) حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے قیامت کے دن اس کا سوال ہوگا کہ اس وعظ کا کیا مقصد تھا۔[۱۱]

اس کے باوجود جو کہنے کی مجبوری ہے وہ ابھی گزر چکی ہے، یعنی لوگوں کو علم سے روشناس کرانے کی ذمہ داری بھی ہے جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا، اور اشعری لوگوں کا قصہ ابھی گزرا۔ حضرت ابوالدّ رداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس کا خوف اور ڈر ہے کہ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے مجھے آواز دی جائے۔ میں عرض کروں، لبیک ربی، میرے رب میں حاضر ہوں، وہاں سے مطالبہ ہو کہ اپنے علم میں کیا عمل کیا تھا؟[۱۲]

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سخت ترین عذاب والا وہ عالم ہے جس کے علم سے اس کو نفع نہ ہو۔[۱۳]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ قیس کی تعلیم کے لیے بھیجا۔ میں نے جا کر دیکھا کہ وہ وحشی اونٹوں کی طرح سے ہیں، اُن کا ہر وقت دھیان اپنے اُونٹ اور بکری میں لگا رہتا ہے۔ اُن کے سوا کوئی دوسرا فکر ہی اُن کو نہیں (ہر وقت بس دنیا کے دھندوں میں لگے رہتے ہیں)۔ میں وہاں سے واپس آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا کر کے آئے؟ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا حال بیان کر دیا۔ اور (دین سے) اُن کی غفلت کی خبر سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمار! اس سے زیادہ تعجب کی بات اس قوم کی حالت ہے جو عالم ہونے کے باوجود (دین سے) ایسے غافل ہو جیسا کہ یہ غافل ہے۔[۱۴]

ایک اور حدیث میں ہے کہ بعض جہنم میں ڈالے جائیں گے جن کی بدبو اور تعفن سے جہنمی لوگ بھی پریشان ہو جائیں گے۔ وہ لوگ اُن سے کہیں گے، تمھارا کیا عمل ایسا تھا جس کی یہ نحوست ہے۔ ہمیں اپنی ہی مصیبت جس میں ہم مبتلا تھے کیا کم تھی؟ تمھاری بدبو نے اور بھی پریشان کر دیا۔ یہ لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے علم سے نفع نہیں اٹھاتے تھے۔[۱۵]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس اُمّت پر زیادہ خوف منافق عالم کا ہے۔ کسی نے پوچھا، منافق عالم کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ زبان کا عالم، دل اور عمل کا جاہل۔[۱۶] یعنی تقریر تو بڑی لچھے دار کرے مگر عمل کا نام صفر!

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تو ایسا نہ بن کہ علماء کے علم کا جمع کرنے والا ہو، حکیموں کے نادر کلام کا حامل ہو، مگر عمل میں احمق بے وقوفوں کی طرح ہو۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم عمل کے لیے آواز دیتا ہے جو کوئی شخص اُس پر عمل کرے تو وہ علم باقی رہتا ہے ورنہ وہ بھی چلا جاتا ہے، یعنی علم ضائع ہو جاتا ہے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین شخصوں پر بڑا رحم آتا ہے۔ ایک قوم کا سردار جو ذلیل ہو گیا ہو۔ دوسرا وہ غنی جو غنا کے بعد فقیر ہو گیا ہو۔ تیسرا وہ عالم جس سے دنیا کھیلتی ہو (یعنی دنیا کا طالب ہو اور جو اُس کا طالب ہو گا یہ اُس سے کھیلے گی)۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دِل کی موت ہے۔ اور دل کی موت آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرنا ہے۔ کسی شاعر کا شعر ہے:

عجبت لمبتاع الضلالة بالهدى ... و من يشترى دنياه بالدين أعجب

و أعجب من هذين من باع دينه ... بدنيا سواه فهو من ذين أعجب

ترجمہ: مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے جو ہدایت کے بدلہ گمراہی خریدے، اور اس سے زیادہ تعجب اس شخص پر ہے جو دین کے بدلے دنیا خریدے، اور ان دونوں سے زیاد تعجب اس شخص پر ہے، جو اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کے بدلے

فروخت کردے، یعنی دنیا کا فائدہ تو دوسرے کو ہو اور دین اس کا ضائع اور برباد ہو۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو عالم دنیا دار ہو وہ احوال کے اعتبار سے جاہل سے زیادہ کمینہ ہے۔ اور عذاب کے اعتبار سے زیادہ سختی میں مبتلا ہوگا۔ اور کامیاب اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقرب علماءِ آخرت ہیں، جن کی چند علامتیں درج ذیل ہیں:

## پہلی علامت:

اپنے علم سے دنیا نہ کماتا ہو، عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کا، اس کے کمینہ پن کا، اس کے مکدر ہونے کا، اس کے جلد ختم ہو جانے کا اس کو احساس ہو۔ آخرت کی عظمت، اس کا ہمیشہ رہنا، اس کی نعمتوں کی عمدگی کا احساس ہو، اور یہ بات اچھی طرح جانتا ہو کہ دنیا اور آخرت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، دو سوکنوں کی طرح ہیں، جونسی ایک کو راضی کرے گا دوسری خفا ہو جائے گی۔ یہ دونوں ترازو کے دو پلڑوں کی طرح سے ہیں۔ جونسا ایک پلڑا جھکے گا، دوسرا ہلکا ہو جائے گا، دونوں میں مشرق مغرب کا فرق ہے۔ جونسے ایک سے تُو قریب ہوگا دوسرے سے دور ہو جائے گا، جو شخص دنیا کی حقارت کا، اس کے گدلے پن کا اور اس بات کا احساس نہیں کرتا کہ دنیا کی لذتیں دونوں جہان کی تکلیفوں کے ساتھ منضم ہیں، وہ فاسد العقل ہے۔

مشاہدہ اور تجربہ ان باتوں کا شاہد ہے کہ دنیا کی لذتوں میں دنیا کی تکلیف بھی ہے اور آخرت کی تکلیف تو ہے ہی۔ پس جس شخص کو عقل ہی نہیں وہ عالم کیسے ہوسکتا ہے۔ بلکہ جو شخص آخرت کی بڑائی اور اُس کے ہمیشہ رہنے کو بھی نہیں جانتا ہے وہ تو کافر ہے۔ ایسا شخص کیسے عالم ہوسکتا ہے جس کو ایمان بھی نصیب نہ ہو۔ اور جو شخص دنیا اور آخرت کا ایک دوسرے کی ضد ہونے کو نہیں جانتا اور دونوں کے درمیان جمع کرنے کی طمع میں ہے، وہ ایسی چیز میں طمع کر رہا ہے جو طمع کرنے کی چیز نہیں ہے۔ وہ شخص تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعت سے ناواقف ہے، اور جو شخص ان سب چیزوں کے جاننے کے باوجود دنیا کو ترجیح دیتا ہے، وہ شیطان کا قیدی ہے۔ جس کو شہوتوں نے ہلاک کر رکھا ہے اور بدبختی اس پر غالب ہے۔ جس کی یہ حالت ہو وہ علماء میں کیسے شمار ہوگا؟

حضرت داوٗد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو عالم دنیا کی خواہش کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے، اس کے ساتھ ادنیٰ سے ادنیٰ معاملہ میں یہ کرتا ہوں کہ اپنی مناجات کی لذت سے اس کو محروم کر دیتا ہوں (کہ میری یاد میں میری دعاء میں اس کو لذت نہیں آتی)۔ اے داوٗد! ایسے عالم کا حال نہ پوچھ جس کو دنیا کا نشہ سوار ہو کہ میری محبت سے اس کو دور کردے۔ ایسے لوگ ڈاکو ہیں، اے داوٗد! جب تو کسی کو میرا طالب دیکھے تو اس کا خادم بن جا۔ اے داوٗد! جو شخص بھاگ کر میری طرف آتا ہے، میں اس جہبذ (حاذِق، سمجھدار) لکھ دیتا ہوں اور جس کو جہبذ لکھ دیتا ہوں اس کو عذاب نہیں کرتا۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علم وحکمت سے جب دنیا طلب کی جائے، تو ان کی رونق جاتی رہتی ہے۔
سعید بن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب کسی عالم کو دیکھو کہ اُمراء کے یہاں پڑا رہتا ہے تو اس کو چور سمجھو۔
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو اپنے دین کے بارہ میں اس کو متّہم سمجھو، اس لیے کہ جس شخص کو جس سے محبت ہوتی ہے اُسی میں گھسا کرتا ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جس کو گناہ میں لذت آتی ہو، وہ اللہ کا عارف ہوسکتا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں ذرا تردد نہیں کہ جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دے وہ عارف نہیں ہوسکتا۔ اور گناہ کرنے کا درجہ تو اس سے بہت زیادہ ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ صرف مال کی محبت نہ ہونے سے آخرت کا عالم نہیں ہوتا۔ جاہ کا درجہ اور اس کا نقصان مال سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ یعنی جتنی وعیدیں اُوپر دنیا کے ترجیح دینے کی اور اس کی طلب گزری ہیں ان میں صرف مال کمانا ہی داخل نہیں، بلکہ جاہ کی طلب مال کی طلب کی بہ نسبت زیادہ داخل ہے، اس لیے کہ جاہ طلبی کا نقصان اور اس کی مضرت مال طلبی سے بھی زیادہ سخت ہے۔

**دوسری علامت:**

دوسری علامت یہ ہے کہ اس کے قول وفعل میں تعارض نہ ہو، دوسروں کو خیر کا حکم کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَ أَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ. [البقرہ]

ترجمہ: کیا غضب ہے کہ دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللّٰهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ. [الصّف]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اس عالم سے زیادہ حسرت والا کوئی نہ ہوگا جس کی وجہ سے دوسروں نے علم سیکھا اور اس پر عمل کیا، وہ تو کامیاب ہوگئے اور وہ خود عمل نہ کرنے کی وجہ سے ناکام رہا۔

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کتنے شخص ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ کو بھولتے ہیں۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ پر جرأت کرتے ہیں۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ سے دور ہیں۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ مضمون بیان کیا کہ ہم لوگ قُبا کی مسجد میں بیٹھے ہوئے علم حاصل کر رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ جتنا چاہے علم حاصل کرلو، اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اجر بغیر عمل کے نہیں ملتا۔ [۱۷]

**تیسری علامت:**

تیسری علامت یہ ہے کہ ایسے عُلوم میں مشغول ہو جو آخرت میں کام آنے والے ہوں، نیک کاموں میں رغبت پیدا کرنے والے ہوں۔

ایسے علوم سے احتراز کرے جن کا آخرت میں کوئی نفع نہیں ہے یا نفع کم ہے۔ ہم لوگ اپنی نادانی سے ان کو بھی علم کہتے ہیں جن سے صرف دنیا کمانا مقصود ہو، حالانکہ وہ جہل مرکب ہے کہ ایسا شخص اپنے کو پڑھا لکھا سمجھنے لگتا ہے، پھر اس کو دین کے علوم سیکھنے کا اہتمام بھی نہیں رہتا، جو شخص کچھ پڑھا ہوا نہ ہو، وہ کم سے کم اپنے آپ کو جاہل تو سمجھتا ہے۔ دین کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش تو کرتا ہے مگر جو اپنی جہالت کے باوجود اپنے کو عالم سمجھنے لگے وہ بڑے نقصان میں ہے۔

حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور بزرگ اور حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد ہیں اُن سے ایک مرتبہ حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ حاتم کتنے دن سے تم میرے ساتھ ہو؟ انھوں نے عرض کیا: ۳۳ (تینتیس) برس سے، فرمانے لگے کہ اتنے دنوں میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟ حاتم نے عرض کیا، آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اتنی طویل مدت میں صرف آٹھ مسئلے سیکھے، میری تو عمر ہی تمھارے ساتھ ضائع ہوگئی! حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: حضور صرف آٹھ ہی سیکھے ہیں، جھوٹ تو بول نہیں سکتا۔ حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ، وہ آٹھ مسئلے کیا ہیں؟ حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

(۱)　میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کو کسی نہ کسی سے محبت ہے (بیوی سے، اولاد سے، مال سے، احباب سے وغیرہ وغیرہ) لیکن میں نے دیکھا کہ جب وہ قبر میں جاتا ہے تو اس کا محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے، اس لیے میں نے نیکیوں سے محبت کرلی تاکہ جب میں قبر میں جاؤں تو میرا محبوب بھی ساتھ ہی جائے اور مرنے کے بعد بھی مجھ سے جدا نہ ہو۔

حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، بہت اچھا ہے۔

(۲)　میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک دیکھا:

وَ أَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. [النازعات]

ترجمہ:　اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے (آخرت میں) کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا تو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔

میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے، میں نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جم گیا۔

(۳) میں نے دنیا کو دیکھا کہ ہر شخص کے نزدیک جو چیز بہت قیمتی ہوتی ہے، بہت محبوب ہوتی ہے وہ اس کو اٹھا کر بڑی احتیاط سے رکھتا ہے۔ اس کی حفاظت کرتا ہے پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا:

مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ. [النحل]

ترجمہ: جو کچھ تمھارے پاس دنیا میں ہے وہ ختم ہو جائے گا (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مرجاؤ ہر حال میں وہ ختم ہو گیا) اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

اس آیت شریفہ کی وجہ سے جو چیز بھی میرے پاس ایسی کبھی ہوئی جس کی مجھے وقعت زیادہ ہوئی، وہ پسند زیادہ آئی، وہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دی تاکہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے۔

(۴) میں نے ساری دنیا کو دیکھا کوئی شخص مال کی طرف (اپنی عزت اور بڑائی میں) لوٹتا ہے، کوئی نسب کی شرافت کی طرف، کوئی فخر کی چیزوں کی طرف یعنی ان چیزوں کے ذریعہ سے اپنے اندر بڑائی کرتا ہے اور اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ. [الحجرات]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

اس بنا پر میں نے تقویٰ اختیار کر لیا تاکہ اللہ جلّ شانہٗ کے نزدیک شریف بن جاؤں۔

(۵) میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں، عیب جوئی کرتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں۔ اور یہ سب کا سب حسد کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر حسد آتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد دیکھا:

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَہُمۡ مَّعِیۡشَتَہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ رَفَعۡنَا بَعۡضَہُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعۡضُہُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِیًّا وَ رَحۡمَتُ رَبِّکَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ. [الزخرف]

ترجمہ: دنیوی زندگی میں ان کی روزی ہم نے تقسیم کر رکھی ہے اور (اس تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے تاکہ (اس کی وجہ سے) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (سب کے سب برابر ایک ہی نمونہ کے بن جائیں تو پھر کوئی کسی کا کام کیوں کرے، کیوں نوکری کرے اور اس سے دنیا کا نظام خراب ہو جائے گا)۔

میں نے اس آیت شریف کی وجہ سے حسد کرنا چھوڑ دیا۔ ساری مخلوق سے بے تعلق ہو گیا۔ اور میں نے جان لیا کہ روزی کا بانٹنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔ وہ جس کے حصہ میں جتنا چاہے لگائے۔ اس لیے لوگوں کی عداوت

چھوڑ دی۔ اور یہ سمجھ لیا کہ کسی کے پاس مال کے زیادہ یا کم ہونے میں ان کے فعل کو زیادہ دخل نہیں ہے، یہ تو مالک الملک کی طرف سے ہے، اس لیے اب کسی پر غصہ ہی نہیں آتا۔

(۶) میں نے دنیا میں دیکھا کہ تقریباً ہر شخص کی کسی نہ کسی سے لڑائی ہے، کسی نہ کسی سے دشمنی ہے، میں نے غور کیا تو دیکھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا. [الفاطر]

ترجمہ: شیطان بے شبہ تمھارا دشمن ہے پس اس کے ساتھ دشمنی ہی رکھو (اس کو دوست نہ بناؤ)۔

پس میں نے اپنی دشمنی کے لیے اس کو چن لیا اور اس سے دور رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں۔ اس لیے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے دشمن ہونے کو فرمادیا تو میں نے اس کے علاوہ سے اپنی دشمنی ہٹالی۔

(۷) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق روٹی کی طلب میں لگ رہی ہے۔ اسی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اور ناجائز چیزیں اختیار کرتی ہے پھر میں نے دیکھا تو اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

وَ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا. [ہود]

ترجمہ: اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔

میں نے دیکھا کہ میں بھی انھیں زمین پر چلنے والوں میں سے ایک ہوں جن کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے پس میں نے اپنے اوقات ان چیزوں میں مشغول کر لیے جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہیں۔ اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ تھی، اس سے اپنے اوقات کو فارغ کر لیا۔

(۸) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کا اعتماد اور بھروسہ کسی خاص ایسی چیز پر ہے جو خود مخلوق ہے۔ کوئی اپنی جائیداد پر بھروسہ کرتا ہے، کوئی اپنی تجارت پر اعتماد کرتا ہے، کوئی اپنی دستکاری پر نگاہ جمائے ہوئے ہے، کوئی اپنے بدن کی صحت اور قوت پر (کہ جب چاہے جس طرح چاہے کمالے گا) اور ساری مخلوق ایسی چیزوں پر اعتماد کیے ہوئے ہے جو ان کی طرح خود مخلوق ہیں۔ میں نے دیکھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ. [الطلاق]

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل اور (اعتماد) کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔

اس لیے میں نے بس اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کر لیا!

حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حاتم رحمۃ اللہ علیہ تمھیں حق تعالیٰ شانہٗ توفیق عطاء فرمائے، میں نے توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن عظیم کے علوم کو دیکھا، میں نے سارے خیر کے کام انھی آٹھ مسائل کے اندر پائے۔ پس جوان

آٹھوں پر عمل کر لے اس نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی چاروں کتابوں کے مضامین پر عمل کر لیا۔ اس قسم کے علوم کو علماءِ آخرت ہی پا سکتے ہیں، اور دنیا دار عالم تو مال اور جاہ کے ہی حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

## چوتھی علامت:

چوتھی علامت آخرت کے علماء کی یہ ہے کہ کھانے پینے کی اور لباس کی عمدگیوں اور بہترائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ان چیزوں میں درمیانی رفتار اختیار کرے اور بزرگوں کے طرز کو اختیار کرے، ان چیزوں میں جتنا کمی کی طرف اس کا میلان بڑھے گا، اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اتنا ہی اس کا قرب بڑھتا جائے گا۔ اور علماءِ آخرت میں اتنا ہی اس کا درجہ بلند ہوتا جائے گا۔

انھی شیخ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب قصہ جس کو شیخ ابو عبداللہ خواص رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ہیں، نقل کرتے ہیں: وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موضع ”رے“ میں جو ایک جگہ کا نام ہے گیا، تین سو بیس (۳۲۰) آدمی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم حج کے ارادہ سے جا رہے تھے، سب متوکلین کی جماعت تھی، ان لوگوں کے پاس توشہ سامان وغیرہ کچھ نہ تھا۔ ”رے“ میں ایک معمولی خشک مزاج تاجر پر ہمارا گزر ہوا، اس نے سارے قافلہ کی دعوت کر دی اور ہماری ایک رات کی مہمانی کی۔ دوسرے دن صبح کو وہ میزبان حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ یہاں ایک عالم بیمار ہیں مجھے ان کی عیادت کو اس وقت جانا ہے، اگر آپ کی رغبت ہو تو آپ بھی چلیں، حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت تو ثواب ہے، اور عالم کی تو زیارت بھی عبادت ہے، میں ضرور تمھارے ساتھ چلوں گا۔

یہ بیمار عالم اس موضع کے قاضی شیخ محمد بن مقاتل تھے، جب ان کے مکان پر پہنچے تو حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ سوچ میں پڑ گئے کہ اللہ اکبر، ایک عالم کا مکان اور ایسا اونچا محل، غرض ہم نے حاضری کی اجازت منگائی اور جب اندر داخل ہوئے تو وہ اندر سے بھی نہایت خوش نما، نہایت وسیع، پاکیزہ، جگہ جگہ پردے لٹک رہے ہیں۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ ان سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے اور سوچ میں پڑے ہوئے تھے، اتنے میں ہم قاضی صاحب کے قریب پہنچے تو وہ ایک نہایت نرم بستر پر آرام کر رہے تھے۔ ایک غلام ان کے سرہانے پنکھا جھل رہے تھے وہ تاجر تو سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے اور مزاج پرسی کی۔ حاتم رحمۃ اللہ علیہ کھڑے رہے۔ قاضی صاحب نے ان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، انھوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ قاضی صاحب نے پوچھا آپ کو کچھ کہنا ہے؟ انھوں نے فرمایا، ہاں ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہو، انھوں نے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں (غلاموں نے قاضی صاحب کو سہارا دے کر اٹھایا خود اٹھنا مشکل تھا) وہ بیٹھ گئے۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ: آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟ قاضی صاحب: معتبر علماء سے۔ حضرت حاتم رحمۃ

اللہ علیہ: ان علماء نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب: حضرت جبرئیل علیہ السلام سے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب: اللہ تعالیٰ شانہٗ سے۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو علم حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حق تعالیٰ شانہٗ سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو عطا فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے معتبر علماء کو اور ان کے ذریعہ سے آپ تک پہنچا۔ اس میں کہیں یہ بھی وارد ہے کہ جس شخص کا جس قدر مکان اونچا اور بڑا ہوگا اس کا اتنا ہی درجہ اللہ شانہٗ کے یہاں بھی زیادہ ہوگا؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ نہیں یہ اس علم میں نہیں آیا۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر یہ نہیں آیا تو پھر اس علم میں کیا آیا ہے؟

قاضی صاحب نے فرمایا کہ: جو شخص دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت میں رغبت رکھتا ہو، فقراء کو محبوب رکھتا ہو، اپنی آخرت کے لیے اللہ کے یہاں ذخیرہ بھیجتا رہتا ہو، وہ شخص حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں صاحب مرتبہ ہے۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: پھر آپ نے کس کا اتباع اور پیروی کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی؟ متقی علماء کی؟ یا فرعون اور نمرود کی؟ اے برے عالمو! تم جیسوں کو جاہل دنیا دار جو دنیا کے اوپر اوندھے گرنے والے ہیں دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ جب عالموں کا یہ حال ہے تو ہم ان سے زیادہ برے ہوں گے ہی۔

یہ کہہ کر حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ تو واپس چلے گئے اور قاضی کے مرض میں اس گفتگو اور نصیحت کی وجہ سے اور بھی زیادہ اضافہ ہوگیا۔

تو لوگوں میں اس کا چرچا ہوا تو کسی نے حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ طنافسی جو قزوین میں رہتے ہیں (قزوین رے سے ستائیس فرسخ یعنی اکیاسی میل ہے) وہ ان سے بھی زیادہ رئیسانہ شان سے رہتے ہیں۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ (ان کو نصیحت کرنے کے ارادہ سے چل دیے) جب ان کے پاس پہنچے تو کہا کہ ایک عجمی آدمی ہے (جو عرب کا رہنے والا نہیں ہے) آپ سے یہ چاہتا ہے کہ آپ اس کو دین کی بالکل ابتداء سے یعنی نماز کی کنجی وضو سے تعلیم دیں۔ طنافسی نے کہا بڑے شوق سے۔ یہ کہ طنافسی نے وضو کا پانی منگایا، اور طنافسی نے وضو کر کے بتایا کہ اس طرح وضو کیا جاتا ہے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو وضو کے بعد کہا کہ میں آپ کے سامنے وضو کرلوں تا کہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے؟

طنافسی وضو کی جگہ سے اٹھ گئے اور حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹھ کر وضو کرنا شروع کیا، اور دونوں ہاتھوں کو چار چار مرتبہ دھویا۔ طنافسی نے کہا یہ اسراف ہے، تین تین دھونا چاہیے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سبحان اللہ العظیم، میرے

ایک چلو پانی میں تو اسراف ہو گیا، اور وہ سب کچھ ساز وسامان مَیں تمھارے پاس دیکھ رہا ہوں اس میں اسراف نہ ہوا۔ جب طنافسی کو خیال ہوا کہ ان کا مقصد سیکھنا نہیں تھا، بلکہ یہ غرض تھی۔ اس کے بعد جب بغداد پہنچے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے احوال کا علم ہوا تو وہ ان سے ملنے کے لیے تشریف لائے۔ اور ان سے دریافت فرمایا کہ دنیا سے سلامتی کی کیا تدبیر ہے؟ حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا سے اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتے جب تک تم میں چار چیزیں نہ ہوں۔

(۱) لوگوں کی جہالت سے درگزر کرتے رہو۔

(۲) خود ان کے ساتھ کوئی حرکت جہالت کی نہ کرو۔

(۳) تمھارے پاس جو چیز ہو ان پر خرچ کردو۔

(۴) ان کے پاس جو چیز ہو اس کی امید نہ رکھو۔

اس کے بعد جب حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کے لوگ خبر سن کے ان کے پاس ملنے کے لیے جمع ہو گئے۔ انھوں نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے۔ کہنے لگے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محل کون سا ہے، میں وہاں جا کر دوگانہ اداء کروں؟ لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو محل نہیں تھا۔ بہت مختصر مکان تھا جو بہت نیچا تھا۔ کہنے لگے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محل کہاں کہاں ہیں، مجھے وہی دکھا دو؟ لوگوں نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی محل نہیں تھے، ان کے بھی چھوٹے چھوٹے مکانات زمین سے لگے ہوئے تھے۔ حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا پھر یہ شہر تو فرعون کا شہر ہے۔ لوگوں نے ان کو پکڑ لیا (کہ یہ شخص مدینہ منورہ کی توہین کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کو فرعون کا شہر بتاتا ہے) اور پکڑ کر امیر مدینہ کے پاس لے گئے کہ یہ عجمی شخص مدینہ طیبہ کو فرعون کا شہر بتاتا ہے۔ امیر نے ان سے مطالبہ کیا کہ یہ کیا بات ہے؟

انھوں نے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں، پوری بات سن لیں، میں ایک عجمی آدمی ہوں، میں جب اس شہر میں داخل ہوا تو میں نے پوچھا کہ یہ کس کا شہر ہے؟ پھر پورا قصہ اپنے سوال وجواب کا سنا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں یہ فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا. [الاحزاب]

ترجمہ: تم لوگوں کے واسطے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہو (یعنی کامل مؤمن ہو غرض ایسے شخص کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے (یعنی ہر بات میں یہ دیکھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا اور اس کا اتباع کرنا چاہیے)۔

پس اب تم ہی بتاؤ تم نے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر رکھا ہے یا فرعون کا؟ اس پر لوگوں نے ان کو چھوڑ

دیا۔ یہاں ایک بات یہ قابل لحاظ ہے کہ مباح چیزوں کے ساتھ لذت حاصل کرنا یا ان کی وسعت حرام یا ناجائز نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ان کی کثرت سے ان چیزوں کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے، ان چیزوں کی محبت دل میں بیٹھ جاتی ہے اور پھر اس کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے، اور ان کے فراہم کرنے کے لیے اسباب تلاش کرنا پڑتے ہیں۔ پیداوار اور آمدنی کے بڑھانے کی فکر ہوتی ہے۔ اور جو شخص روپیہ بڑھانے کی فکر میں لگ جاتا ہے، اس کو دین کے بارہ میں مداہنت بھی کرنی پڑتی ہے، اس میں بسا اوقات گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔

اگر دنیا میں گھسنے کے بعد اس سے محفوظ رہنا آسان ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے اہتمام سے دنیا سے بے رغبتی پر تنبیہ نہ فرماتے اور اتنی شدت سے اس سے خود نہ بچتے کہ نقشیں کرتہ بھی بدن مبارک سے اتار دیا۔

یحییٰ بن یزید نوفلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا جس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد لکھا کہ: ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ باریک کپڑا پہنتے ہیں اور پتلی روٹی استعمال کرتے ہیں اور نرم بستر پر آرام کرتے ہیں۔ دربان بھی آپ نے مقرر کر رکھا ہے، حالانکہ آپ اونچے علماء میں ہیں، دور دور سے لوگ سفر کر کے آپ کے پاس علم سیکھنے کے لیے آتے ہیں، آپ امام ہیں، مقتداء ہیں، لوگ آپ کا اتباع کرتے ہیں۔ آپ کو بہت احتیاط کرنی چاہیے محض مخلصانہ یہ خط لکھ رہا ہوں، اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اس خط کی خبر نہیں۔'' فقط والسلام

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا کہ تمھارا خط پہنچا جو میرے لیے نصیحت نامہ، شفقت نامہ اور تنبیہ تھی۔ حق تعالیٰ شانہٗ تقویٰ کے ساتھ تمھیں متنفع فرمائے اور اس نصیحت کی جزائے خیر عطا فرمائے، اور مجھے حق تعالیٰ شانہٗ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ خوبیوں پر عمل اور برائیوں سے بچنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہو سکتا ہے، جو امور تم نے ذکر کیے یہ صحیح ہیں، ایسا ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے (لیکن یہ سب چیزیں جائز ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ. [الأعراف]**

ترجمہ: آپ یہ کہہ دیجیے کہ (یہ بتلاؤ) کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت (کپڑوں وغیرہ) کو، جس کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا۔

اس کے بعد تحریر فرمایا کہ یہ میں خوب جانتا ہوں کہ ان امور کا اختیار نہ کرنا اختیار کرنے سے اولیٰ اور بہتر ہے، آئندہ بھی اپنے گرامی ناموں سے مجھے مشرف کرتے رہیں، میں بھی خط لکھتا رہوں گا۔ فقط والسلام

کتنی لطیف بات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمائی کہ جواز کا فتویٰ بھی تحریر فرما دیا اور اس کا اقرار بھی فرما

لیا کہ واقعی زیادہ بہتر ان امور کا ترک ہی تھا۔

## پانچویں علامت:

پانچویں علامت علماءِ آخرت کی یہ ہے کہ سلاطین اور حکام سے دور رہیں (بلاضرورت کے) ان کے پاس ہرگز نہ جائیں۔ بلکہ وہ خود بھی آئیں تو ملاقات کم رکھیں۔ اس لیے کہ ان کے ساتھ میل جول، ان کی خوشنودی اور رضا جوئی میں تکلف برتنے سے خالی نہ ہوگا۔ وہ لوگ اکثر ظالم اور ناجائز امور کا ارتکاب کرنے والے ہوتے ہیں۔ جس پر انکار کرنا ضروری ہے۔ ان کے ظلم کا اظہار، ان کے ناجائز فعل پر تنبیہ کرنا ضروری ہے۔ اور اس پر سکوت دین میں مداہنت ہے۔ اور اگر ان کی خوشنودی کے لیے ان کی تعریف کرنا پڑے تو یہ صریح جھوٹ ہے۔ اور ان کے مال کی طرف اگر طبیعت کو میلان ہو اور طمع ہوئی تو ناجائز ہے۔ بہر حال ان کا اختلاط بہت سے مفاسد کی کنجی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص جنگل میں رہتا ہے وہ سخت مزاج ہو جاتا ہے۔ اور جو شکار کے پیچھے لگ جاتا ہے وہ (سب چیز سے) غافل ہو جاتا ہے۔ اور جو بادشاہ کے پاس آمد و رفت شروع کر دے وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے۔[۱۸]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو فتنوں کی جگہ کھڑے ہونے سے بچاؤ۔ کسی نے پوچھا کہ فتنوں کی جگہ کون سی ہے؟ فرمایا: اُمراء کے دروازے کہ ان کے پاس جا کر ان کی غلط کاریوں کی تصدیق کرنی پڑتی ہے، اور ان کی (تعریف میں) ایسی باتیں کہنی پڑتی ہیں، جو ان میں نہیں ہیں۔[۱۹]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین علماء وہ ہیں جو حکام کے یہاں حاضری دیں۔ اور بہترین حاکم وہ ہیں جو علماء کے یہاں حاضر ہوں۔[۲۰]

حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں ہیں) کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تھا کہ جب تم کسی عالم کو یہ سنو کہ وہ دنیا کی محبت رکھتا ہے تو اس شخص کو اپنے دین کے بارہ میں متہم سمجھو۔ میں نے اس کا خود تجربہ کیا جب بھی میں بادشاہ کے یہاں گیا، تو واپسی پر میں نے اپنے دل کو ٹٹولا، تو اس پر میں نے ایک وبال پایا۔ حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ میں وہاں سخت گفتگو کرتا ہوں، اور ان کی رائے کا سختی سے خلاف کرتا ہوں، وہاں کی کسی چیز سے منتفع نہیں ہوتا، حتیٰ کہ وہاں کا پانی بھی نہیں پیتا۔ ہمارے علماء بنو اسرائیل کے علماء سے بھی برے ہیں کہ وہ حکام کے پاس جا کر ان کو گنجائشیں بتاتے ہیں، ان کی خوشنودی کی فکر کرتے ہیں۔ اگر وہ ان سے ان کی ذمہ داریاں صاف صاف بتائیں تو وہ لوگ ان کا جانا بھی گراں سمجھنے لگیں۔

اور یہ صاف صاف کہنا ان علماء کے لیے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نجات کا سبب بن جائے۔ علماء کا سلاطین کے

یہاں جانا ایک بہت بڑا فتنہ ہے، اور شیطان کے اغواء کرنے کا ذریعہ ہے۔ بالخصوص جن کو بولنا اچھا آتا ہو، اس کو شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ تیرے جانے سے ان کی حفاظت ہوگی۔ حتٰی کہ آدمی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ان کے پاس جانا بھی کوئی دینی چیز ہے۔ حالانکہ ان کے پاس جانے سے ان کی دل داری میں مداہنت کی باتیں کرنا اور ان کی بے جا تعریفیں کرنا پڑتی ہیں، جس میں دین کی ہلاکت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ مجھے ایسے مناسب لوگوں کا پتہ بتاؤ جن سے میں اپنی اس (خلافت کے) کام میں مدد لوں۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے (جواب میں) لکھا کہ اہل دین تو تم تک نہ آئیں گے اور دنیا داروں کو تم اختیار نہ کرو گے۔ (اور نہ کرنا چاہیے یعنی حریص طماع لوگوں کو کہ وہ اپنے لالچ میں کام خراب کر دیں گے) اس لیے شریف النسب لوگوں سے کام لو، اس لیے کہ ان کی قومی شرافت ان کو اس بات سے روکے گی کہ وہ اپنی نسبی شرافت کو خیانت سے گندا کریں۔

یہ جواب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا، جن کا زہد وتقویٰ، عدل وانصاف ضرب المثل ہے، حتٰی کہ وہ عمر ثانی کہلاتے ہیں۔ یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے، لیکن اس ناکارہ کے خیال میں اگر کوئی دینی مجبوری ہو تو اپنے نفس کی حفاظت اور نگرانی کرتے ہوئے جانے میں مضائقہ نہیں، بلکہ بسا اوقات دینی مصالح اور ضرورتوں کا تقاضا جانا ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اپنی ذاتی غرض، ذاتی نفع، مال وجاہ کمانا مقصود نہ ہو، بلکہ صرف مسلمانوں کی ضرورت ہو۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعۡنَتَكُمۡ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ .[البقرہ]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو (الگ الگ) جانتے ہیں۔

جاری ہے


الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

مفتی محمد تبریز عالم قاسمی، استاذ دارالعلوم حیدرآباد (انڈیا)

# خواتین کی تعلیم و تربیت

انسان جب زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتا ہے تو واقعی وہ انسان ہوتا ہے، ہر زمانے میں تعلیم یافتہ حضرات کی قدر و قیمت رہی ہے۔ تعلیم کے بغیر ترقی وعروج کی خواہش، بے بنیاد خواہش ہے۔ انسان کی نافعیت کے لیے، دینی تعلیم اسلامی تربیت، ایمانی شائستگی اور انسانی عادات وآداب کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی ضرورت مچھلی کے لیے پانی کی ہے۔ تعلیم وہ نسخہ کیمیا ہے جس سے مردوں کی مسیحائی عمل میں آسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں دینی تعلیم کے حصول کی افادیت واہمیت کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

خداوند قدوس نے دنیا کو آباد رکھنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ حضرت حواء علیہا السلام کو بھی پیدا فرمایا اور پھر ان دونوں سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک تناسب سے مرد وخواتین کی تخلیق ہوتی رہی۔ مکلّف بن جانے کے بعد دونوں کی ذمہ داریاں الگ الگ طے کردی گئیں۔ مردوں کو بطورِ خاص خارجی معاملات کا نگراں بنایا گیا جب کہ عورتوں کو اندرونِ خانہ معاملات کا ذمہ دار بنایا گیا اور اسے تاکید کی گئی کہ اس کی عزت وآبرو اور اخروی فلاح و بہود چراغِ خانہ بنے رہنے میں مضمر ہے اور اس کا شمعِ محفل بننا اسلام کو پسند نہیں۔ اسی لیے خالقِ کائنات نے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات ان سب کا مکلّف جیسے مردوں کا بنایا ہے۔ ویسے ہی عورتوں کو بھی اس کا مخاطب بنایا ہے۔ اسی لیے علم کا حصول دونوں ہی صنفوں پر فرض قرار دیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ علم کے جو ذرائع ہیں یعنی انسان کے ظاہری حواس، عقل وفہم اور دوسرے انسانوں سے استفادہ کی صلاحیت مردوں میں بھی پائی جاتی ہیں اور عورتوں میں بھی۔

جہاں اس امر کا انکار اسلامی نقطۂ نظر سے ناممکنات میں سے ہے کہ مردوں کے لیے اتنا علم اور اتنی دینی تعلیمات بے حد ضروری ہیں جن سے وہ دین پر صحیح طور سے عمل پیرا ہوسکیں اور شریعت کے مطالبات کو روبہ عمل لاکر نگاہِ شریعت میں معتبر بن سکیں، وہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ عورتوں کے لیے دینی تعلیم وتربت سے آگاہ ہونا اور دینی تعلیم کو زیور سے آراستہ ہونا آئندہ کی دائمی حیات کے لیے ناگزیر ہے اور اسی دینی تعلیم وتربیت کو روبہ عمل لاکر ایک عام قومی بیداری اور اجتماعی شعور کو ترقی دینے کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے۔ چوں کہ عورت کے کئی رنگ ہیں کبھی وہ رحمت کی شکل میں بیٹی کا روپ لیے ہوتی ہے تو کبھی پیاری بہن، کبھی کسی کی شریک حیات ہوتی ہے تو کبھی ماں کی شکل میں شجر سایہ دار۔ اس لیے اس کی ذمہ داری کچھ زیادہ ہی بڑھ جائی ہے اور اس کے لیے زیورِ تعلیم کی قیمت، سونے چاندی سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ چونکہ اسلام سے قبل عورتوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی جاتی تھی اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کرے اور اس پر دل کھول کر خرچ کرے تو (بیٹی) اس کے لیے جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگی، المعجم الکبیر

لـلـطبرانی ۱۰۴۴۷) امام بخاری نے تعلیم نسواں کے سلسلے میں ایک پورا باب ہی قائم کیا ہے۔ باب عـظة الامام ، النسـاء و تعلیمهن، حضور علیہ الصلاۃ والسلام جیسے صحابہ کرام کو پند ونصیحت کیا کرتے تھے ویسے ہی صحابیات کے درمیان بھی تبلیغ دین فرمایا کرتے تھے۔

ایک بیٹی رحمت اسی وقت بن سکتی ہے جب کہ اس کا قلب اسلامی تعلیمات کی روشنی سے منور ہو، وہ فاطمی کردار وگفتار کا پیکر ہو۔ ایک عورت مرد کے لیے شریک حیات کی شکل میں روحِ حیات اور تسکینِ خاطر کا سبب اسی وقت بن سکتی ہے جب کہ اس کا دل سیرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سرشار ہو۔ وہ ایک مشفق اور ہر درد کا درماں ،مصائب کی گرم ہواؤں میں نسیم صبح کی صورت میں ’’ماں‘‘ اسی وقت ثابت ہوسکتی ہے جب کہ اس کی گود بچے کے لیے پہلا اسلامی مکتب ثابت ہو۔ وہ بھائیوں کی محبتوں کا مرکز وملجا اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ اس کے جذبات واحساسات ویسے ہو جائیں جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جذبات اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اُمت کے سامنے آئے۔

اسلامی زندگی کے سفر میں نام نہاد مغربی تعلیم وتہذیب کے دھوکہ دینے والے چراغ کافی نہیں ہیں، بلکہ اس سفر کی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے اسلامی تعلیمات کے روشن ستاروں سے نسبت رکھنا بے حد ضروری ہے۔ مغربی تہذیب کے چراغ کسی بھی وقت بجھ سکتے ہیں لیکن اسلامی تعلیمات کے ستاروں کی ضیا پاشی اور تابندگی کی بقاءِ حیات ایک زندہ جاوید حقیقت ہے۔

### عصر حاضر اور ہماری کوتاہیاں:

لیکن آج تعلیم گاہوں اور دینی تعلیمات کے متعدد ذرائع کے موجود ہونے کے باوجود دینی تعلیم سے بے رغبتی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ جس مذہب نے دینی تعلیم کو تمام مردوں عورتوں کے لیے فرض قرار دیا ہو اور جس مذہب میں علم وحکمت سے پُر قرآن جیسی عظیم کتاب موجود ہو اور جس مذہب کی شروعات ہی ’’اقرأ‘‘ یعنی تعلیم سے ہوتی ہو اسی مذہب کے ماننے والے دینی تعلیم کے میدان میں سب سے پیچھے ہیں اور اگر بات عورتوں کی مذہبی تعلیم کی، کی جائے (نہ کہ محض عصری ومغربی تعلیم کی) تو معاملہ حد سے تجاوز ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ماں کی گود بچوں کے لیے پہلا مکتب ہوتا ہے اب اگر ماں ہی دینی تعلیم سے بیزار ہو تو اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ بچے پر کیا اثرات پڑیں گے۔ آج خواتین کو قرآن وحدیث کے مطالعہ کی فرصت نہیں، نتیجتاً وہ اپنے بچوں کے لیے بھی اس حوالے سے متفکر نہیں ہوتیں۔ عورتوں کا بہت بڑا طبقہ ایسا ملے گا جسے سیرت رسول ﷺ کی موٹی موٹی باتیں معلوم نہیں، طہارت وعبادت بالخصوص نماز کی بجا آوری تو دور کی بات ان کے مسئلہ سے تشویش ناک حد تک ناواقفیت ہے، حقوقِ والدین، حقوقِ زوج اور دیگر چھوٹے بڑے افرادِ خانہ کے حقوق سے غفلت روز افزوں ہے۔ نوبت بایں جار سید کہ ٹھوس اسلامی تعلیمات سے دوری نے مسلم خواتین کو یہ منفی سبق پڑھایا کہ پردہ آزادیِ نسواں کے لیے سدِ راہ ہے اور نام نہاد ترقی کا دشمن ہے اور اس کا چراغِ خانہ ہونا قدامت پسندی ہے اسے جدیدیت

کا لبادہ اوڑھ کر شمعِ محفل بن جانا چاہیے، مضبوط دینی تعلیمات سے لاعلمی نے ساس بہو کے جھگڑے پید کر دیے، دینی تعلیمات سے اجتناب نے طلاق کی شرح میں اضافہ کر دیا، دینی تعلیمات سے بے گانگی نے بڑے بوڑھوں کی خدمت کو کارِ ثواب کے بجائے کارِ زحمت بنا دیا، بقدرِ ضرورت دینی تعلیمات سے بُعد اور مغربی تعلیمات سے قُرب نے مسلمان خواتین کو امورِ خانہ داری انجام دینے کے بجائے آفس، ہوٹلوں اور ہسپتالوں میں استقبالیہ (Reception) کی زینت بنا دیا۔ دینی تعلیمات سے صرفِ نظری نے پڑوسیوں کے حقوق کی ادئیگی کے بدلے لڑائی جھگڑے کے طور طریقے سکھلا دیے۔ الغرض اسلامی زندگی کے جس موڑ پر آپ اسلامی روح کو تڑپتے ہوئے دیکھیں گے اس کا نتیجہ دینی تعلیمات کا زندگی میں نہ ہونا پائیں گے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا ''وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ'' اس سے کیسا وجود مراد ہے؟ کیا اسلامی اور دینی تعلیمات کی روح سے یکسر خالی مغربی وجودِ زن؟ آج ہر طرف عصری اور مغربی علوم کا غلغلہ ہے، اسلام اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتا ہاں! مگر اتنی بات ضرور ہے کہ دینی تعلیم کو فراموش کر کے عصری تعلیم میں بالکلیہ لگ جانا اسلام کو پسند نہیں، اسلام اسے قابلِ اصلاح سمجھتا ہے۔

آج دینی تعلیم کی ضرورت جتنی مردوں کو ہے اس سے کہیں زیادہ عورتوں کو ہے۔ عورت کا قلب اگر دینی تعلیمات سے منو ہو تو اس چراغ سے کئی چراغ روشن ہو سکتے ہیں۔ وہ دین دار بیوی ثابت ہو سکتی ہے، وہ ہر دل عزیز بہو بن سکتی ہے اور نیک شفیق ساس ہو سکتی ہے، وہ اپنے بچوں کی معلم اوّل ہو سکتی ہے۔ وہ خاندانی نظام کو مربوط رکھ سکتی ہے، معاشی تنگی کو خوش حالی سے بدل کر معاشی نظام مضبوط کر سکتی ہے، وہ شوہر کے مرجھائے اور افسردہ چہرے پر گل افشانی کر سکتی ہے، میخانے کو مسجد اور بت خانے کو عبادت خانہ بنا سکتی ہے، اولاد کو جذبۂ جہاد سے سرشار کر سکتی ہے۔ الغرض دینی تعلیم یافتہ عورت وہ سب کچھ بہت آسانی سے کر سکتی ہے جو اسلام چاہتا ہے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو جائے تو منفی نتیجہ کیسا خوف ناک ہوگا، اندازہ کرنا مشکل نہیں اور دینی تعلیم سے بے انتہاء غفلت عورت کو شیطان بنا دیتا ہے۔

## لائق توجہ پہلو:

ضرورت اور وقت دونوں اس امر کے متقاضی ہیں کہ تعلیم نسواں کے حوالے سے مزید بیداری پیدا کی جائے اور اس کی جانب سنجیدگی سے توجہ دی جائے لیکن اس سلسلے میں یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ عورتوں اور لڑکیوں کو تعلیم کے لیے محفوظ مقامات اور تعلیم گاہیں ہوں۔ عورتوں کی تعلیم کے لیے سب سے محفوظ اور ہر طرح کی برائیوں سے پاک جگہ خود اس کا گھر ہے گھر میں ایسا انتظام اگر مشکل ہو تو غیر اقامتی اسکول اور مدرسے ہیں جہاں صرف لڑکیوں کو ہی تعلیم دی جاتی ہو اور تعلیم دینے والا تدریسی عملہ عورتوں پر ہی مشتمل ہو۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ اسلام کی معروف ہستی اور متبحر عالم دین حضرت مولانا ومفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی کتاب ''ہمارا تعلیمی نظام'' سے ایک اقتباس نقل کر کے مضمون ختم کیا جائے لکھتے ہیں۔

''تعلیم نسواں ایک مستقل چیز ہے اور مخلوط تعلیم ایک جداگانہ چیز ہے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط

وہی بے دین اور بے حمیت یورپ زدہ لوگ کرتے ہیں جو فروغ تعلیم نسواں کی آڑ میں مخلوط تعلیم کو فروغ دینا اور عام کرنا چاہتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی حدود میں رہ کر تعلیم نسواں کو زیادہ عام کرنا چاہیے تا کہ نئی نسل اعلیٰ اخلاق و کردار کی مالک بن سکے مگر معاشی اعانت کے لیے عورتوں کی تعلیم کو ذریعہ بنانا غیر فطری بھی ہے اور غیر اسلامی بھی۔ اس لیے کہ قرآن حکیم، بیوی بچوں کی کفالت کا ذمہ دار، مرد کو قرار دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے عورت کی ذمہ داری شرعی فرائض ادا کرنے کے بعد تمام جائز اور مباح امور میں شوہر کی اطاعت کرنا، اس کی حوائج اور سامان راحت و آسائش کو مہیا کرنا ہے، تا کہ بچے اور شوہر تفریح کے لیے گھر سے باہر جانے کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں۔

آگے لکھتے ہیں:

”لڑکیوں کا نصابِ تعلیم، نظامِ تعلیم اور معیارِ تعلیم مذکورہ بالا مقاصد کے تحت مرتب و مدون اور مردوں سے بالکل الگ اور جداگانہ ہونا چاہیے...... اگر تعلیم نسواں سے اس کے صحیح فوائد حاصل کرنے ہیں تو مخلوط تعلیم کو ختم کرنا قطعی لازم ہے، اس لیے کہ مخلوط تعلیم تو اسلامی روح کے بھی قطعی منافی ہے اور ذہنی و فکری آسودگی اور اخلاقی پاکیزگی کے لیے بھی سمِ قاتل ہے اس کی اجازت کسی صورت میں بھی نہیں دی جاسکتی ہے۔“ (ہمارا تعلیمی نظام ص: ۳۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں دینی تعلیم کے حصول کی توفیق دے اور ہمیں یہ سمجھنے کی بھی توفیق دے کہ ہماری اخروی و دنیوی بلکہ اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور تعلیمی فلاح و بہبود کا راز اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہی مضمر ہے۔ اس کے علاوہ سب نفس کا دھوکہ ہے اس کا فائدہ عارضی اور وقتی ہے ہم اسے سمجھیں، شریعت یہی چاہتی ہے، وقت یہی چاہتا ہے، سب سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہی چاہتے ہیں۔　　　　(مطبوعہ: ماہنامہ دارالعلوم، دیوبند، انڈیا، جنوری ۲۰۱۵ء)

☆......☆......☆

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
26 مارچ 2015ء
جمعرات بعد نماز مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

ابوالخیر عارف محمود

# صحابہ کا سچا عاشق، عظیم محقق
# حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سچ فرمایا نبی آخر الزماں الصادق المصدوق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں کی مثال سو اونٹ کی مانند ہے، جن میں تم بمشکل ایک اونٹ سواری کے قابل پاؤ گے۔ (صحیح بخاری) جوں جوں زمانہ آگے کی طرف بڑھ رہا ہے اس حدیث کی حقانیت اور بھی واضح ہوتی جا رہی ہے، واقعی یہ ایک لاریب حقیقت ہے کہ ایک لمبے عرصے اور طویل محنت شاقہ کے بعد ہی کسی کو کمال کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ بھلا کرے اکابر دیوبند کا کہ ان کے اخلاص کا ثمرہ ہے کہ ’’دار العلوم دیوبند‘‘ کے فیض یافتہ رجال نہ صرف اپنی ذات میں انجمن ہوتے ہیں، بلکہ ان کی جامعیت، علم وفضل، اخلاص وتقوی، اتباع سنت، سادگی وتواضع اور دینی خدمات میں زمانہ مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

دار العلوم دیوبند کے فیض یافتہ عبقری صفات کے حامل رجال اللہ میں سے ایک عالم ربانی، حضرات صحابہ کرامؓ کا سچا عاشق اور ان کے ناموس کا دفاع کرنے والا عظیم اور بے مثل محقق، ترجمان اہل سنت، اخلاص، تواضع اور سادگی کا پیکر حضرت مولانا محمد نافع صاحب نور اللہ مرقدہ ۳۰ دسمبر ۲۰۱۴ م کو تقریبا ۱۰۰ سال کی طویل عمر پانے کے بعد اس دار فنا سے دار البقا کے مسافر بن گئے۔ إن للّٰہ ما أعطى و للّٰہ ما أخذ وإنا إلیہ راجعون.

حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ سے غائبانہ تعارف تو ہمیں اس وقت سے حاصل تھا جب ہم نے سن شعور میں پہنچ کر دینی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا تھا، مگر بالمشافہ ملاقات اور زیارت کا شرف ۲ جولائی ۲۰۱۲ م مطابق ۱۱/ شعبان ۱۴۳۳ھ کو اپنے رفقائے سفر مفتی امان اللہ صاحب اور مفتی مبارک علی صاحب (اساتذہ جامعہ فاروقیہ کراچی) کے ہمراہ مولانا بلال صاحب (فیصل آبادی) کی راہنمائی میں ان کی رہائش گاہ محمدی شریف (ضلع جھنگ) پر حاضری کے موقعہ پر حاصل ہوا، اس موقعہ پر حضرتؒ سے ایک طویل نشست رہی جس میں انہوں نے کمال شفقت ومحبت کا اظہار فرماتے ہوئے مختلف علمی موضوعات پر ہماری طالب علمانہ گذارشات سماعت فرمائیں، اجازت حدیث سے نوازا، ڈھیروں دعائیں

دیں، بلکہ ہمارے استفسار پر نہ صرف اپنا تعلیمی پس منظر، اساتذہ، دارالعلوم دیوبند سے وابستگی وفراغت، تدریس اور تصنیفی وتحقیقی خدمات کے بارے میں بھی مستفید فرمایا، حضرت کا سوانحی خاکہ مزید کچھ اضافہ کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۳۳۵ھ مطابق 1915ء قریہ محمدی شریف کے ایک عالم ربانی حضرت مولانا عبدالغفور صاحبؒ کے ہاں ہوئی، آپ نے ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں اپنے والد مرحوم کے پاس قرآن کریم حفظ کیا، دورہ حدیث سے قبل کی تمام دینی تعلیم دارالعلوم محمدی شریف جھنگ اور گجرات میں حاصل کی، یہاں آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا احمد شاہ بخاریؒ (فاضل دارالعلوم دیوبند)، مولانا قطب الدین اچھالوی، مولانا شیر محمد صاحب، مولانا غلام محمد صاحب لاہوری، مولانا غلام یاسین صاحب (واں بچھراں)، مولانا ولی اللہ صاحب گجراتی اور آپ کے برادر بزرگ مولانا ذاکر صاحبؒ معروف ہیں۔

۱۳۶۲ھ میں آپؒ نے ازہر ہند دارالعلوم دیو بند میں دورہ حدیث کی تعلیم کے لیے داخلہ لیا اور ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں باقاعدہ دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہویؒ، جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ وغیرہ اساطین علم وفضل سے کسب فیض فرمایا، یاد رہے کہ اس دوران شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ مالٹا میں اسارت کے ایام گزار رہے تھے، حضرت مولانا محمد نافع صاحبؒ دارالعلوم دیوبند سے رسمی فراغت کے بعد اپنے علاقہ میں قائم دارالعلوم محمدی شریف میں تدریس کی خدمات انجام دینے پر مامور ہوئے، ۱۹۴۷ء قیام پاکستان کے بعد تنظیم اہل سنت والجماعت سے منسلک ہوئے اور دفاع صحابہ اور اعدائے صحابہ کے رد میں تصنیفی وتحقیقی خدمات انجام دینا شروع کر دیں، جو تادم وفات جاری رہیں، ۱۹۵۳ء مطابق ۱۳۷۳ھ میں مرزائیت کے شجرہ خبیثہ کے خلاف تحریک ختم نبوت میں بھرپور عملی حصہ لیا اور کئی ماہ تک پس دیوار زنداں بھی رہے اور اس حوالہ سے کتاب بھی تصنیف فرمائی جو ”مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین“ کے عنوان سے دارالکتاب لاہور سے طبع ہو کر علمی حلقوں سے داد تحقیق وصول کر چکی ہے۔

حضرت مولانا محمد نافع صاحبؒ کی ساری زندگی اتباع سنت، اقتدائے سلف صالحین، دفاع صحابہ کے سلسلہ میں عالمی سطح کی عظیم تصنیفی وتحقیقی خدمات انجام دینے میں بسر ہوئی، آپ کی دینی خدمات کو بیان کرنے کے لیے مستقل دفتر کی ضرورت ہے، قرطاس کی تنگ دامنی کے پیش نظر ہم یہاں دفاع صحابہ کے سلسلہ میں آپ کی تصنیفی وتحقیقی خدمات کے بارے میں اکابر علماء کے تاثرات کو بیان کریں گے، چناں چہ مناظر اہل سنت حضرت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب رحمہ اللہ نے اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین نزاعی مسائل پر آپ کی قابل قدر تحقیق کے بارے میں فرمایا کہ اس سلسلے میں عالم

شہیر، محقق کبیر حضرت مولانا محمد نافع صاحب اَدام اللہ بقاءَ بالخیر نے ہر عنوان پر الگ الگ جامع کتاب تالیف فرمائی ہے، بندہ نے ان کی اکثر کتب مثلاً: رحماء بینھم (مکمل)، حدیث ثقلین، بنات اربعہ، سیرت حضرت علی المرتضیٰؓ، سیرت امیر معاویہؓ، وغیرہ دیکھیں، ابھی ان کی نئی تالیف فوائد نافعہ ہر دو جلدوں کو تقریباً اکثر مقامات سے دیکھا، ماشاء اللہ موصوف نے اہل سنت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے، مولانا موصوف کی مذکورہ کتب میں درج شدہ دلائل ٹھوس، حوالے صحیح اور مطابق ہیں، ان کی تحقیق انیق سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ریت کے ذرات سے سونا الگ کرنا جانتے ہیں، ردِ مطاعن میں ان کا انداز تحریر عالمانہ، محققانہ مگر مصلحانہ ہے، یہ کتب عقل سلیم وفہم مستقیم رکھنے والے حضرات کے لیے باعث ہدایت اور اہل باطل پر اتمام حجت ہیں... لیھلك من ھلك عن بینة و یحییٰ من حیّ عن بینة۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے فرمایا کہ حضرت مولانا نافع صاحب مدظلہم کو اللہ تعالی نے اس بات کی خصوصی توفیق عطا فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنی متعدد تالیفات کے ذریعے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حقیقی سیرت وکردار کو مستحکم علمی اور تاریخی دلائل کے ساتھ واضح فرمایا ہے، جن انصاف ناآشنا حلقوں نے ان حضرات پر طرح طرح کے اعتراضات ومطاعن کی بھرمار کی ہے، ان کے اعتراضات کا شافی اور اطمینان بخش جواب دیا ہے، اور حضرات صحابہ کرامؓ کے درمیان جو علمی اور سیاسی اختلافات پیش آئے ان کے حقیقی اسباب کی دلنشین وضاحت فرمائی ہے، مولانا محمد نافع صاحب کی کتاب ''رحماء بینھم'' جو تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے، اپنے موضوع پر ایسی نادر کتاب ہے کہ اس کی نظیر عربی زبان میں بھی موجود نہیں (مذکورہ کتاب عربی میں ترجمہ ہو کر طبع ہو چکی ہے)، اس کے علاوہ ''مسئلہ اقربا نوازی'' ''بنات اربعہ'' اور ''حدیث ثقلین'' پر ان کی کتابیں انتہائی مفید اور قابل قدر ہیں، ابھی کچھ عرصہ قبل ''سیرت سیدنا علی المرتضیٰؓ'' منظر عام پر آ چکی ہے جس میں انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سیرت بڑے دل آویز انداز میں تحریر فرمائی ہے، اب ان کی تازہ کتاب ''سیرت حضرت امیر معاویہؓ'' اسی مبارک سلسلہ کی ایک کڑی ہے، حضرت معاویہؓ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کے خلاف اعتراضات ومطاعن کے ترکش سے کوئی تیر بچا کر نہیں رکھا گیا، موجودہ کتاب میں حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے ان کی سیرت کے حقیقی روشن پہلوؤں کو مظبوط دلائل سے اجاگر فرمایا ہے، کتاب کی دوسری جلد خاص طور سے ان مطاعن کے جواب کے لیے مخصوص ہے جو حضرت معاویہؓ پر مختلف حلقوں کی طرف سے وارد کیے گئے ہیں، فاضل مؤلف نے ان مطاعن میں سے ایک ایک کو موضوع بحث بنا کر بڑی جاں فشانی کے ساتھ حقائق کی تحقیق کی ہے اور مستحکم دلائل سے اپنا مؤقف ثابت کیا ہے، پھر قابل تعریف بات یہ ہے کہ فاضل مؤلف کا انداز بیان مناظرانہ اور جارحانہ نہیں، بلکہ باوقار اور متین ہے اور سنجیدہ علمی تحقیق کے معیار پر پورا اترتا ہے، حضرت معاویہؓ کی سیرت پر اب تک جو کتابیں میری

نظر سے گذریں ہیں یہ کتاب ان سب سے بہتر ہے، ان شاء اللہ طالبانِ علم و تحقیق کی عرصے تک رہنمائی کرے گی۔

حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ (پی ایچ ڈی، لندن) حضرت مولانا محمد نافع صاحبؒ کی تصنیف ’’حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہ‘‘ کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں: ’’موضوع بہت اہم تھا، اس بات کا مواد تاریخ کے اوراق میں بکھرا ہوا تھا، ان مباحث کے پہلو اور زاویے بھی بہت تھے اور مؤرخین کے بیانات میں کئی امور میں تضادات بھی تھے، ایسے موضوع پر قلم اٹھانا اور تحقیق کی راہ سے افراط و تفریط سے بچتے ہوئے کنارے پر نکلنا کوئی آسان کام نہ تھا، لیکن یہ اللہ رب العزت کی عطا ہے، جسے چاہے اس کی توفیق عطا فرمائے، ولقد جاء في المثل السائر: كم ترك الأول للآخر، یہ سعادت اللہ رب العزت نے مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم کے نام لکھی تھی، جو اس ورطہ مباحث میں دور تک چلے گئے اور الحمد للہ کامیاب ہو کر ساحل مراد پر اترے‘‘۔ حضرت مولانا محمد نافع صاحبؒ کی جملہ تصانیف کی طباعت و اشاعت کی خدمت ہمارے مخدوم و مکرم برادر دینی جناب حافظ محمد ندیم صاحب مدیر دار الکتاب لاہور انجام دے رہے ہیں، اس سلسلہ میں اب وہ مزید اقدامات بھی اٹھا رہے ہیں اور حضرتؒ کی جملہ تصانیف کو جدید اور خوب صورت انداز سے طبع کرنے کا کام باقاعدہ سے شروع کر دیا ہے، راقم کی مشاورت سے ’’رحماء بینھم‘‘ کی تینوں جلدیں، یکجا کمپیوٹرائز کمپوزنگ اور جدید اسلوب کے ساتھ طباعت کے مراحل سے گذر چکی ہیں، ان شاء اللہ اہل ذوق جدید طباعت کو پسند فرمائیں گے، جب کہ حضرتؒ کی دیگر کتب کی طباعت جدید کا کام بھی جاری ہے، برادر مکرم حافظ ندیم صاحب کی چاہت ہے کہ حضرت مولانا نافع صاحبؒ کے سوانحی تذکرہ کے ترتیب پر جلد از جلد کام شروع کیا جائے، اللہ تعالیٰ سے توفیق کی دعا ہے کہ اس عظیم کام کو آسان فرما کر پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

حضرت مولانا محمد نافع صاحبؒ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سچے عاشق اور شیدائی تھے، آپ کی تصانیف کا حرف حرف اور سطر سطر اس بات کے گواہ ہیں، حضرات صحابہ کرامؓ سے محبت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ تاریخ طبری میں موجود مطاعن صحابہ سے متعلق راقم کے سوال پر حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے فرمایا کہ معلوم نہیں کہ طبری نے ایسی روایات کیوں ذکر کی ہیں؟، بالخصوص صحابہ بنو امیہ حضرت ابوسفیانؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں جو مطاعن ذکر کیے ہیں، نہ جانے کون سے اسلام کی خدمت کی ہے؟ اس گفتگو کے دوران آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، باوجود کمزوری اور انتہائی نقاہت کے اٹھ کر بیٹھ گئے اور انتہائی جلال کے عالم میں فرمایا: ’’صحابہ کرامؓ پر لعن طعن کے بعد پھر ایمان کہاں باقی رہتا ہے‘‘۔

راقم کو اپنے استاذ محترم اور شیخ، حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی شہرہ آفاق شرح

بخاری، ''کشف الباری، کتاب الغسل''، پر تحقیقی کام کے دوران، ایک روایت کے تراجم رجال کے ضمن میں امام ابن شہاب زہریؒ کے حوالہ سے یہ سننے کو ملا تھا کہ حضرت مولانا محمد نافع صاحبؒ نے ان کے بارے میں جو ''ادراج فی الحدیث'' کی بحث وتحقیق کی تھی اس سے رجوع فرمالیا ہے، لہذا اسے شامل بحث نہ کیا جائے، چناں چہ راقم نے اس مجلس میں اس رجوع کے متعلق استفسار کیا تو جواب میں فرمایا کہ رجوع والی بات بالکل غلط ہے، میں نے ہرگز بھی رجوع نہیں کیا، بلکہ مزید فرمایا کہ میں نے جس وقت یہ بحث تحریر کی تو حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کی خدمت میں پیش کی تھی، ان حضرات میں سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فقط صرف ایک جملہ کی اصلاح کی اور میری اس بحث کی مکمل تصویب فرمائی تھی، چناں چہ ان اکابر کی تصویب کے بعد ہی اسے کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے، لہذا رجوع والی بات کسی طرح بھی درست نہیں، حضرت کی اس تصریح کے بعد راقم نے مزید شرح صدر کے ساتھ اس بحث سے خوب استفادہ کیا اور امام ابن شہاب زہریؒ کے ترجمہ کے ذیل میں اسے ذکر بھی کیا ہے۔

اس موقعہ پر کچھ نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا: اللہ تعالی آپ لوگوں سے دین کا کام لے، اپنے اساتذہ کا احترام کرواوران سے عقیدت رکھو، ان پر اعتماد کرو، جادہ مستقیم پر چلو، حضرات صحابہ کرامؓ اور اپنے اکابر کی راہ سے ہٹ کر مت چلو کہ اس میں گمراہی ہے، اور انتہائی تواضع اور انکساری سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ میرے لیے دعا کرو کہ میں بستر علالت پر ہوں اور حسن خاتمہ کی آرزو رکھتا ہوں اللہ تعالی ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ حضرت مولانا محمد نافع صاحبؒ کی کامل مغفرت فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں حضرات صحابہ کرامؓ کی معیت نصیب فرمائے اور امت کو ان کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے، ہمیں اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے کہ اکابر کے دامن سے وابستگی بڑے بڑے علمی اور فکری فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ اور سبب ہے، بندہ کی اہل علم سے عاجزانہ گذارش ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں طلبا اور عوام الناس کو متوجہ فرمائیں کہ حضرت مولانا محمد نافع صاحبؒ کی معتدل، پرمغز اور عظیم علمی وتصنیفی خدمات سے ضرور استفادہ کریں، آخر میں بس یہی کہوں گا کہ ہمیں اکابر دیوبند سے صرف عقیدت ہی نہیں، بلکہ ان کے ایمان کی بلندی، تقوی وللّٰہیت، علم وفضل، اخلاص، سادگی وتواضع، فرق باطلہ اور جدت پسندی کا علمی اور فکری تعاقب، ما أنا علیہ وأصحابی کے دینی تصلب پر قائم رہتے ہوئے امت مسلمہ کی رہنمائی، متعدد تجدیدی کارناموں اور عنداللہ وعندالناس ان کی مقبولیت کی بنا ایک ایمانی اور جذباتی لگاؤ اور تعلق ہے اور ہم ایمان کے ساتھ اسی تعلق ومحبت پر حسن خاتمہ کی آرزو رکھتے ہیں:

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

پروفیسر خالد شبیر احمد
قسط: ۴۵

# ورق ورق زندگی

## فیصل آباد میں قیام (۱۹۷۳ء-۱۹۹۷ء) علمی وادبی سرگرمیاں:

زندگی کا اکثر حصہ فیصل آباد میں ہی گزرا۔ ۱۹۷۳ء میں جب میں بہاول پور سے تبدیل ہو کر یہاں گورنمنٹ کالج میں آیا اور یہاں پر میں نے ۱۹۹۷ء تک قیام کیا، خصوصی طور پر میری زندگی کا اس لحاظ سے انتہائی اہم عرصہ ہے کہ اس میں مجھے ایم۔اے۔ اسلامیات کی کلاس کو بھی بارہ سال تک پڑھانے کا موقع ملا جو ایک اہم اور خوش گوار تجربہ تھا۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اگر مجھے ایم۔اے۔ کی جماعت کو پڑھانے کا موقع نہ ملتا تو بطور استاد ایک اہم تجربے اور مشاہدے سے محروم رہتا۔ کیونکہ ایک استاد کے ذہن میں جس طرح کے شاگردوں کی طلب فطری طور پر ہوتی ہے وہ مجھے اس ایم۔اے کی کلاس میں ملی۔ اگرچہ مجھے فسٹ ایئر سے لے کر بی۔اے تک کی کلاسوں کو پڑھانے کا موقع پہلے ہی مل چکا تھا۔ لیکن ایم اے کی کلاس کی بات ہی کچھ اور تھی۔ نظم وضبط، کلاس میں پڑھانے کے لئے وافر وقت۔ شاگردوں کی اطاعت اور ان کی تعلیم کی طرف توجہ اور پھر سب سے بڑھ کر استاد کا احترام اس درجۂ تعلیم میں استاد کی مرضی کے مطابق ملا۔ پروفیسر افتخار چشتی مرحوم جو پہلے میرے اسلامیات کے استاد تھے اور جب میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں بطور پروفیسر آیا تو اس وقت بھی وہ پڑھا رہے تھے۔ اس لحاظ سے وہ اس کالج میں میرے ہم کار بھی ٹھہرے، وہ صدر شعبہ اسلامیات بھی تھے۔ انھوں نے ہی پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے اسلامیات کے لیے اجازت لی، اجازت تو انھیں مل گئی لیکن یونیورسٹی نے انھیں کہا کہ اسلامیات پڑھانے کے لئے سٹاف کا انتظام آپ نے خود کرنا ہے۔ اس دن میں بڑا حیران بھی ہوا اور پریشان بھی، جب انھوں نے مجھے بلا کر کہا کہ خالد شبیر، اسلام کے سیاسی ومعاشرتی نظام کا پرچہ جو ایم اے کے نصاب میں شامل ہے وہ تم نے پڑھانا ہے۔ میں نے انکار کیا کہ سر میں نے تو کبھی تصور بھی نہیں کیا کہ ایم۔اے کی کلاس کو پڑھاؤں گا، میں تو اتنا پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ کہنے لگے دیکھو تم میرے شاگرد بھی ہو اور اب اس کالج میں میرے ہم کار بھی ہو، میں نے پورے شہر میں اس مضمون کے لیے غور کیا کہ کسے اس مضمون کے پڑھانے کے لیے کہوں، مگر مجھے تم سے بہتر کوئی دوسرا نہیں مل سکا۔ میں تمھارے مزاج، تمھارے خیالات، تمھاری افتادِ طبع سے پوری طرح آشنا ہوں اور پھر میں تمھارے لیکچرز بھی چھپ چھپ کر سن چکا ہوں۔ تم اس مضمون کو پڑھانے کے لیے ہر لحاظ سے اہل ہو۔ لہٰذا یہ میرا حکم ہے اور اسے تمھیں بجالانا ہے، اس لئے بھی کہ تمھارے میرے درمیان استاد شاگرد کا رشتہ ہے اور یہ حکم اسی حوالے سے تمھیں دے رہا ہوں۔ اب میرے

لیے کوئی بہانہ نہ تھا کہ میں انکار کر سکوں۔ پہلے سال تو مجھے کافی محنت کرنا پڑی، رات کو ایک بجے تک مطالعہ کیا کرتا اور ساتھ ہی اپنی آسانی کے لیے اہم نکات بھی لکھ لیتا کہ بیان کرنے سے رہ نہ جائیں، پہلے سال مطالعہ کرنا پڑا، کتابیں کچھ تو پہلے ہی میرے پاس تھیں کچھ خرید لیں اور پھر میں نے جو پڑھانا شروع کیا تو انتہائی کامیابی کے ساتھ پڑھایا۔ ہر سال میرا رزلٹ بڑا ہی اچھا آتا۔ اس تجربے سے میں بہت محظوظ ہوا اور ہر لحاظ سے کامیاب بھی، میں خوش اور مطمئن تھا کہ میرے استاد محترم جناب پروفیسر افتخار چشتی نے جو فرمایا تھا وہ کس قدر درست تھا اور ان کا میرے بارے تجزیہ بھی صحیح رہا۔

## ادبی سرگرمیاں:

پھر اس عرصۂ قیام میں مجھے ادبی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا موقع بھی ملا۔ ملتان میں تھا تو ہاکی کھیلنے کے بعد میں اور عابد صدیق مرحوم گلڈ ہوٹل میں ادبی تنظیم ''رائٹرز گلڈ'' کے اجلاسوں میں ہر ہفتے شریک ہوتے۔ یہاں فیصل آباد آیا تو محفل ہوٹل میں بیٹھنا شروع کیا۔ اس ہوٹل میں ''حلقۂ ارباب ذوق'' کے ہفتہ وار اجلاس ہوتے، اس وقت پروفیسر انور محمود خالد حلقے کے سیکریٹری تھے وہ میرے ہی کالج میں اردو کے پروفیسر تھے۔ اس حلقے کے اجلاس میں شرکت شروع کر دی، ان سے پوچھا کہ حلقۂ ارباب ذوق کا رکن بننے کے لیے کیا شرط ہے؟ کہنے لگے دو تین مضمون کسی بھی عنوان سے لکھ کر یہاں پڑھو تو رکن بنا لیے جاؤ گے۔ میں نے اقبال پر چند مضمون لکھے اور حلقے میں پڑھے تو رکن بن گیا پھر تسلسل کے ساتھ حلقۂ ارباب ذوق کے اجلاسوں میں شریک ہوتا رہا۔ شہر کے اہم ادیبوں اور شاعروں سے متعارف ہوا، یہی تعارف بعد میں ان کے ساتھ خوش گوار تعلق کا باعث بھی بنا۔ ادب سے لگاؤ تو مجھے فطراً تھا، ہاکی کے ساتھ شدت سے وابستگی اس پر حاوی رہی، اس شدت کا احساس اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ میں نے گرمی کے رمضان شریف میں بھی روزہ رکھ کر دو دو گھنٹے ہاکی بلاناغہ کھیلی، نہ روزے چھوڑے اور نہ ہی ہاکی کھیلنا چھوڑی اور جب ہاکی کو خیر باد کہا تو پھر ادبی سرگرمیوں کے لئے اپنے آپ کو وقف کر لیا، لکھنے کی مشق تو مجھے حضرت سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے ہی ہو گئی تھی۔ وہی مجھے کچھ نہ کچھ لکھنے کی تلقین کرتے رہتے تھے اور میں ان کے حکم کی تعمیل میں لکھتا رہتا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ شورش کاشمیری ملتان تشریف لائے تو مجلس احرارِ اسلام کی طرف سے سپاس نامہ لکھنے کے لیے مجھے ہی ان کی طرف سے کہا گیا تو میں نے وہ سپاس نامہ لکھا جسے پڑھ کر ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خوب داد دی۔ کہنے لگے کہ تم نے تو کمال کر دیا ہے کہ اس سپاس نامے میں جو الفاظ تم نے چنے ہیں وہ تمام شورش کاشمیری کی نثر میں عموماً استعمال ہوتے ہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے شورش کے طرز تحریر کو سامنے رکھ کر یہ سپاس نامہ لکھا ہے۔ دو تین برسوں میں ہی میں مشہور ادیبوں اور شاعروں کے ساتھ دوستی کے رشتے میں ڈھل گیا اور میرے ادبی ذوق وشوق میں گراں قدر اضافہ ہوا۔

## شاعری کی طرف:

سروس سے ریٹائر ہونے سے دو سال پہلے یعنی ۱۹۹۲ء میں شعر کہنے شروع کیے تو دوستوں میں اچھا خاصا چرچا ہوا۔ کالج کی ٹی کلب ہو یا پھر شام کو محفل ہوٹل دونوں جگہوں پر دوستوں کے درمیان میری شاعری پر ہی بحث ہونی شروع ہوگئی، بلکہ دوست دو حصوں میں تقسیم ہوگئے کچھ نے کہا کہ خالد شبیر کو شاعری کرنی چاہیے کچھ کہتے کہ نہیں کرنی چاہیے یہ نثر نگار ہی رہے تو اچھا ہے۔ شاعری کی کوشش کہیں اس کی نثر نگاری کو ہی نہ لے بیٹھے۔ اس وقت تک میں ''تاریخ محاسبہ قادیانیت'' جیسی اہم کتاب لکھ چکا تھا جو بڑے بڑے اہم نثر نگاروں نے پسند کی۔ شہر کے اہم نثر نگار اس کتاب کے معترف تھے اور انھوں نے اس کتاب پر بڑے اہم لکھ کر میری حوصلہ افزائی کی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ جو دوست میری ابتدائی غزلوں سے مطمئن نہ تھے انھوں نے میری شاعری کی مخالفت کی۔ لیکن کچھ ایسے دوست بھی تھے جو یہ کہتے تھے کہ خالد شبیر کو شاعری کرتے رہنا چاہیے۔ چودھری صفدر علی ایڈووکیٹ جو ہمارے محفل ہوٹل کی محفلوں میں میر محفل کی حیثیت رکھتے تھے انھوں نے اس تکرار سے تنگ آ کر ایک بورڈ بنا دیا۔ اور مجھے کہا گیا کہ تم اس بورڈ جس کے اراکین ڈاکٹر ریاض مجید، پروفیسر عارف رضا اور ملک اکرام محی الدین تھے کے سامنے اپنی اب تک کہی ہوئی غزلیں پیش کرو اور اب یہ بورڈ فیصلہ کرے گا کہ تمھیں شاعر کرنی چاہیے کہ نہیں۔ ایک دن مقرر ہو گیا اور پروفیسر عارف رضا صاحب کے گھر گلستان کالونی میں تمام دوستوں کو اکٹھا کیا گیا۔ میں نے اپنی غزلیں بورڈ کو پیش کر دیں انھوں نے غزلیں پڑھیں اور پھر ان غزلوں کے بارے میں مجھ سے کچھ سوالات کیے جس کے بعد انھوں نے چودھری صفدر علی ایڈووکیٹ کے سامنے لکھ کر اپنا فیصلہ پیش کیا کہ:

''خالد شبیر کو شاعری کرتے رہنا چاہیے بشرطیکہ اس کی غزلوں کی اصلاح ڈاکٹر ریاض مجید کریں، جس کی حامی ڈاکٹر صاحب نے بھر لی ہے چنانچہ خالد شبیر کو شاعری کرنے کی اجازت ہے، اس کے بعد دوستوں میں اس موضوع پر گفتگو ممنوع قرار دی جاتی ہے۔''

## حلقۂ ارباب ذوق میں پہلی غزل:

فیصلہ میری شاعری کے حق میں ہو گیا تو پھر میں نے پہلی دفعہ اپنی غزل حلقۂ ارباب ذوق میں تنقید کے لئے رکھی تو ناقدین نے میری اس غزل کے یوں لتّے لیے کہ میں شرم کے مارے ایک عجیب وغریب کیفیت میں ڈوب گیا۔ اراکین مجلس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ حضرت کو شاعری کی ابتدائی معلومات سے بھی واقفیت نہیں۔ خصوصاً ایک نوجوان ناقد شاہد اشرف جو اب ڈاکٹر شاہد اشرف ہیں انھوں نے خاص طور پر بڑی سخت تنقید کے تیر میری غزل پر برسائے جس سے میرے دل و دماغ شدید زخمی ہوئے اور میں سوچ میں غرق اپنے آپ سے پوچھنے لگ گیا کہ تو اچھا بھلا تھا یہ تو نے کیا جرم کر دیا کہ بھری مجلس میں تیرے شعور و شوق کو رسوا ہونا پڑا ہے، اب بھی وقت ہے کہ تو غزل گوئی سے توبہ کر لے اور اس کام سے جان

چھڑا لے۔لیکن یہ کیفیت چند لمحوں کے لئے تھی اور پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ احراری ہو کر آگے بڑھنے کی بجائے اسے چھوڑ دینا تمہاری ہی نہیں احرار کی بھی توہین ہے۔اس لیے میں نے اس کیفیت سے باہر نکل کر عہد کیا کہ اب میں انھیں شاعری کر کے دکھاؤں گا۔اجلاس ختم ہوا تو ہم تھری سٹار ہوٹل سے باہر بازار میں آئے تو میں نے شاہد اشرف کو ایک دکان سے کوکا کولا کی بوتل پلائی اور اسے تھپکی دے کر کہا کہ میں تمھارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج میری غزل پر تمھاری شدید تنقید نے مجھے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ اب میں شاعری کروں گا اور ایک دن میں تمھیں اپنی شاعری کی ایسے ہی تعریف کرنے پر مجبور کر دوں گا جس طرح تو نے آج تنقید بھی کی اور مجھے شاعری چھوڑنے تلقین بھی کی۔

چنانچہ ایک دو ماہ کے بعد میں نے دوسری دفعہ غزل حلقۂ ارباب ذوق میں پیش کی تو تنقید تو ہوئی مگر اتنی نہیں جتنی پہلی غزل پر ہوئی تھی، قدرے حوصلہ ہوا اور دو تین ماہ بعد حلقہ میں تیسری دفعہ غزل پیش کی۔ میں نے غزل پڑھی حاضرین مجلس نے غزل سنی۔ ہر ایک کے ہاتھ میں میری غزل لکھی ہوئی صورت میں موجود تھی،صدر مجلس نے تنقید کے لیے کہا تو جواب میں خاموشی تھی۔ پھر خاص طور پر صدر صاحب نے شاہد اشرف کو جو میری دوسری غزل پر حسبِ معمول تنقید کرتے نظر آئے تھے انھیں مخاطب کرتے ہوئے بولے:''شاہد اشرف خالد شبیر کی غزل پر آپ بھی خاموش ہیں کچھ تو کہئے شاہد اشرف کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ آج میں خالد شبیر کی اس غزل سے انتہائی متاثر ہوا ہوں اور میں حیران ہوں کہ اتنی جلدی غزل گوئی میں یہ اس قدر آگے بڑھے ہیں کہ اس پر انھیں داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا،اس غزل میں مجھے اقبال کا رنگ ڈھنگ اور کئی بڑے شعرا کی خوبو میرے ذوق وشوق کی تسکین وفرحت کا باعث بنتی نظر آئی ہے۔اسلوب بھی منفرد ہے، زبان وبیان کی خوبی بھی ہے اور خیال وتخیل بھی خوب ہے غرضیکہ ہر لحاظ سے مکمل اور قابل تعریف ہے۔دوسرے چند شرکا نے بھی تعریفی کلمات سے غزل کو سراہا تو میرے دل میں بھی یہ احساس پیدا ہوا کہ عزم اور محنت سے ہر منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔اس غزل کے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:

کسی کا درد جو شامل میرے نصاب میں ہے　　ہر اک سانس میرا مستقل عذاب میں ہے
ہے سوزِ برق محبت کی جلوہ آرائی　　کہ تیرے حسن کا پرتَو میرے شباب میں ہے
نویدِ خلد سکینت ابھی نصیب کہاں　　ابھی دلوں کا سفر دشتِ اضطراب میں ہے
مثالِ برگ ہے آوارہ فکرِ انسانی!　　متاعِ فکر و نظر حلقۂ سراب میں ہے
اسی لیے تو ہے جذبوں سے زندگی خالی　　کہ برقِ عشق ابھی عقل کے لحات میں ہے
ابھی تو موسمِ گل پر خزاں کے سائے ہیں　　جہانِ رنگ ابھی زغۂ عتاب میں ہے
میرا ہی رنگ ہے سارے نظامِ گلشن میں　　لہو مرا ہی ہر اک ریشۂ گلاب میں ہے

میں کس کے نام کروں دولتِ سخن خالد　　　تیرے سوا بھی کوئی چشمِ انتخاب میں ہے؟

## مجلس اقبال کی سیکریٹری شپ:

شہر میں مجلس اقبال بڑی فعال تھی، ہر سال یومِ اقبال بڑے جوش وخروش سے منایا جاتا تھا۔ ادیب، شاعر، پروفیسر اور ایڈووکیٹ حضرات کی ایک کثیر تعداد یومِ اقبال میں شرکت کیا کرتی تھی۔ پروفیسر مرزا منور عموماً مہمانِ خصوصی ہوتے اور اپنے گراں قدر خیالات اقبال کے حوالے سے سامعین کے سامنے پیش کرتے۔ پروفیسر عارف رضا مجلس اقبال کے سیکریٹری اور میرے استاد پروفیسر افتخار چشتی مجلس اقبال کے صدر تھے۔ مجھے اس کے ماہانہ اجلاسوں میں شرکت کا موقع ملتا تو میں بھی اقبال کے تصوّرِ ملت یا پھر اقبال فکری محاذ پر“ کے عنوانات کے تحت کچھ نہ کچھ بیان کر دیتا۔ آہستہ آہستہ مجلس اقبال کے اربابِ بست وکشاد نے اقبال کے بارے میں میرے خیالات سے متاثر ہو کر مجھے اہمیت دینی شروع کر دی تو ایک نئے انتخاب میں مجلس اقبال فیصل آباد کی سیکریٹری شپ کے لئے مجھے چن لیا گیا اور صدارت کے لئے چوہدری صفدر علی ایڈووکیٹ کو، اس طرح اب مجلس اقبال کو متحرک رکھنے کی ذمہ داری ہم دونوں پر ڈال دی گئی۔ تقریباً چھ سال تک ہم دونوں نے مجلس اقبال کے ماہانہ اجلاس بھی ایک تسلسل کے ساتھ جاری رکھے اور سالانہ اجتماع یومِ اقبال بھی اپریل کے مہینے میں مناتے رہے۔ پروفیسر افتخار چشتی، مولانا مجاہد الحسینی، اقبال فیروز، ان کے چھوٹے بھائی افتخار فیروز، ڈاکٹر انور محمود خالد، ڈاکٹر ریاض مجید، ملک اکرام محی الدین، حافظ لدھیانوی، پروفیسر غلام حیدر چشتی، ڈاکٹر اسحاق قریشی، شیخ بشیر، قاری اکبر صاحب اور ان تمام اہم حضرات کا تعاون اس سلسلے میں میری ہر کوشش اور کاوش کو کامیابی سے ہمکنار کرتا رہا۔

## یوم امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ:

یومِ اقبال کے ساتھ ہم نے اپنے دوستوں سے مشورہ کر کے اگست میں یومِ امیر شریعت کی تقریب کا بھی اہتمام کرنا شروع کر دیا۔ اسی جذبے اسی جوش وخروش کے ساتھ ہم انھی احباب جن کا ذکر اوپر ہوا ہے کے تعاون سے یومِ امیر شریعت کچہری بازار کے باہر ڈسٹرکٹ کونسل ہال جسے جناح ہال بھی کہا جاتا ہے میں مناتے رہے۔ اس اجلاس کی نقابت میں خود کرتا تھا۔ یوم امیر شریعت کے مہمان خصوصی ایک دفعہ ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا گیا تو ایک دفعہ ابن امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری صاحب کو بھی، جنھوں نے چودھری صفدر علی ایڈووکیٹ کی صدارت میں رات ایک بجے تک جناح ہال میں تقریر کی پورا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ امیر شریعت کی زندگی کے مختلف پہلو، ان کی دینی خدمات ان کی حریت پسندی، ان کے عزم وہمت، ان کی عزت وتہور کا تذکرہ اور پھر خطابت سید عطاء المحسن بخاری، سید عطاء المومن بخاری کی، لوگ محوِ حیرت ان کی تقریر میں گم نظر آتے تھے۔

مقامی جماعتوں سے اہم لوگوں کو بھی بلایا جاتا اور ہر مسلک اور ہر جماعت سے تعلق رکھنے والے حضرات یوم

امیر شریعت میں شرکت کرتے، اپنے خیالات سے لوگوں کو مستفیض فرماتے اور امیر شریعت کی شخصیت کو نئی نسل سے متعارف کراتے، یہ سلسلہ کافی عرصہ تک جاری رہا اور شہر کے لوگوں نے اس میں پورا پورا تعاون کیا۔

## مجلس معین ادب کی صدارت:

شہر کی ادبی تنظیم مجلس معینِ ادب جو شہر کے معرف شاعر جناب آصف بشیر چشتی کی سرپرستی میں بڑی کامیابی کے ساتھ ادبی و علمی تقریبات کا اہتمام کرتی تھی، اس سے بھی تعلق قائم ہوا۔ میں ان دنوں مدن پورہ میں گلستان کالونی منتقل ہو گیا تھا اور یہ ادارہ اسلامیہ پارک میں تھا جو میرے گھر کے قریب تھا۔ اکثر میں آصف بشیر چشتی کے پاس آجاتا تھا۔ وہ اپنے والد محترم کے مزار پر اکثر مسجد کے پاس بیٹھتے اور شہر کے ادیب و شاعر عموماً ان کے ہاں جمع رہتے تھے۔ انتہائی ملنسار، خدمت گزار اور دھیمے مزاج کے انسان تھے۔ جو ایک بار مل لیتا اسے بار بار ملنے کی خواہش چین نہ لینے دیتی، میں ان کی محفل میں اکثر شرکت کرتا۔ وہ ہر ماہ ایک مشاعرہ کراتے، جس میں بطور شاعر میں بھی غزل سرا ہوتا، شہر کے بڑے بڑے ادیب اور شاعر اُن کی ادبی محفلوں میں شرکت کرنا اپنے لئے اعزاز کا باعث سمجھتے۔ ڈاکٹر اسحاق قریشی اور پروفیسر ڈاکٹر ریاض اکثر ان تقریبات کی صدارت کرتے۔ افضل خاکسار، عارف رضا، سکندر ایاز، حافظ لدھیانوی، کوثر علی، کامران رشید، پروفیسر شفقت حسین شفقت اور حکیم رمضان، ڈاکٹر جاوید یاتش، مقصود وفا اور دوسرے کئی اہم شاعر و ادیب جن کے نام اب ذہن سے محو ہو چکے ان ادبی محفلوں میں شریک ہوتے۔

پیر آصف بشیر چشتی مجھ پر ایسے مہربان ہوئے کہ انھوں نے مجھے مجلس معینِ ادب کا صدر بنا دیا۔ چنانچہ ان کی سالانہ تقریبات کا سارا انتظام میری نگرانی میں ہوتا تھا۔ سالانہ مشاعرے بڑے اہتمام سے کرائے جاتے، ایک دفعہ میں نے ڈاکٹر اسلم انصاری کو ان تقریبات میں شمولیت کی زحمت بطور مہمان خصوصی دی، وہ تشریف لائے اور ایک دو مرتبہ میرے عزیز دوست پرفیسر عابد صدیق مرحوم بھی ان سالانہ تقریبات بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے اور محفل کو چار چاند لگا دیے۔ یہ سلسلہ آصف بشیر چشتی کی زندگی تک جاری رہا۔ ۱۹۹۷ء میں، میں جب فیصل آباد سے چنیوٹ آ گیا تو پھر بھی مجلس معینِ ادب کے ساتھ میرا تعلق قائم رہا۔ ان کے سالانہ نعتیہ مشاعروں میں میری شرکت ہوتی رہی، انھوں ایک کتاب بھی مرتب کی جس میں فیصل آباد ڈویژن کے شعراء کا نعتیہ کلام شامل کیا گیا۔ کتاب کا نام "شہر نعت" تجویز ہوا اور اسی نام سے کتاب منصۂ شہود پر آئی۔ انھوں نے فیصل آباد شہر میں نعت گوئی کے فن کو بامِ عروج پر پہنچایا۔ یہ ان کی فنی دسترس کا کمال ہے کہ اب انھی کی تربیت سے کئی شعراء صرف نعت گوئی کے اعزاز سے شہر اور گرد و نواح میں منفرد مقام حاصل کر چکے ہیں۔ پیر آصف بشیر چشتی کی وفات پر میں نے ایک نظم بھی کہی جس کے چند شعر اس طرح تھے:

ہم سے بچھڑ کے کھو گیا آصف بشیر بھی ملکِ عدم کا ہو گیا آصف بشیر بھی

اس کے خیال و فکر میں قوسِ قزح کے رنگ
طرزِ بیاں میں اس کی تھی ہاں فقر کی ترنگ
تھا دل نشیں کتابِ ادب کا وہ زرّیں باب
ہر حرف بے مثال تو ہر بات لا جواب
شبنم سا اس کا لہجہ تھا حرف اس کے باوضو
اُس داستانِ شوق کا چرچا ہے چار سُو
خالدؔ کہوں میں کیا کہ وہ کامل نظر بھی تھا
دنیائے آگہی کا وہ شمس و قمر بھی تھا

**خواب خواب روشنی:**

یہ ادبی و عملی سرگرمیوں کا ماحول میرے لئے میری ادبی تربیت کا ایسا ذریعہ بن گیا کہ میں نے ۱۹۹۲ء میں شعر کہنا شروع کیا ۱۹۹۵ء میں غزلوں کا ایک مجموعہ ''خواب خواب روشنی'' کے نام سے منصۂ شہود پر آ گیا۔ کتاب کی رونمائی کی پہلی تقریب گورنمنٹ کالج کے ہال میں ہوئی جس میں سید ذوالکفل بخاری شہید رحمۃ اللہ علیہ مہمان خصوصی تھے اور پروفیسر تاثیر وجدان مرحوم کی صدارت تھی۔ دوسری تقریب زکریا یونیورسٹی ملتان میں ہوئی اور تیسری تقریب مجلس ادب جڑانوالہ کے زیراہتمام جڑانوالہ میں منعقد ہوئی جس میں ادیبوں اور شاعروں نے کتاب پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور کتاب کو سراہا گیا۔ ''خواب خواب روشنی'' پر ڈاکٹر اسلم انصاری، پروفیسر عارف رضا، ڈاکٹر شبیر قادری کے تاثرات کتاب کا حصہ ہیں۔

ملک کے معروف نعت گو شاعر جناب حافظ لدھیانوی مرحوم و مغفور نے اپنے تاثرات اس طرح بیان کئے:

''دو تین سال کی قلیل مدت میں اتنا شعری مجموعہ فراہم کرنا کہ دیوان مرتب ہو جائے حیران کن بھی ہے اور مسرت افزا بھی، یہ لگن، ذوق اور مسلسل ریاضت کا ثمرہ ہے۔ پروفیسر خالد شبیر کو تعلیمی اور تدریسی ادارے سے وابستہ ہونے کی وجہ سے صاحب علم اور قادر الکلام شعراء کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے مواقع میسر آتے رہے، جن سے ان کے شعری جوہر کو جلا ملتی رہی اور ان کا فطری ذوق شعر و آہنگ ڈھل گیا، ان کا فن مستقل ارتقاء پذیر ہے جس کا ثبوت ان کے کلام سے ہمیں ملتا ہے جس میں غزل کا حسن اور فکر کا نیا پن بھی ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب جب کہ وہ اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہو چکے ہیں ان کی تمام تر توجہ مطالعے اور اس فنِ لطیف کو مزید جلا دینے اور نکھارنے میں صرف ہوگی اور مستقبل قریب میں غزل گو شعراء کی صف میں ایک خوبصورت شاعر کے اضافے کی توقع ہو سکتی ہے۔''

**افضل احسن رندھاوا کے تاثرات:**

''درویش اکثر وضع دار اور قلندر لہر میں کج کلاہ کرتا ہے، میرے محترم دوست خالد شبیر ہمہ وقت درویش، وضعدار اور قلندر کج کلاہ ہیں۔ وہ اسے امیر شریعت رئیس الاحرار کی صحبت کا فیض مانتے ہیں۔ اسی نسبت سے یہ وضع دار اور قلندر کج کلاہ اگر تلوار کی کاٹ جیسی زبان اور اچھے تلوار باز جیسی مہارت و روانی گویائی نہ رکھتے تو مجھے حیرت ہوتی۔ تحریر و تقریر کی اس منہ زور طغیانی کو اب وہ نظم کر رہے ہیں۔''

**ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:**

’’خالد شبیر کے مطالعے کا میدان خاص محاسبۂ قادیانیت کی تاریخ کا جائزہ ہے، انھوں نے اس باب میں ’’تاریخ محاسبۂ قادیانیت‘‘ ایک گراں قدر کتاب بھی تصنیف کی ہے، جس کے اب تک دو ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ انھیں قدرت کی طرف سے شعروشاعری کا شوق بھی ودیعت ہوا ہے۔ چونکہ وہ شعر فہمی سے شعر گوئی کی طرف آئے ہیں لہٰذا رموزِ شعر سے باخبر ہی نہیں قرینے سے برتنے کا سلیقہ بھی جانتے ہیں، انھوں نے مختصر وقت میں محنت ومحبت کے ساتھ اپنا شعری دیوان مکمل کیا ہے۔ شعر گوئی اور شعر کو سنوار نکھار کر پیش کرنے میں ان کی محنت قابلِ ستائش ہے، اس مجموعے کے ساتھ ان کے دو اور شعری مجموعے (غزل اور نعت ومنقبت) زیرِ ترتیب ہیں۔ ان کی اشاعت پر خالد شبیر کے شعری قد وقامت کا بخوبی اندازہ ہوگا۔ بقول کسے: ’’نقش اوّل بہتر کشد زاوّل‘‘ مگر ان کا یہ مجموعہ ہی ان کی جملہ شعری خوبیوں اور محاسن کے سبب انھیں اپنے معاصر شاعروں کی صف میں ایک نمایاں مقام کا حامل قرار دیتا ہے۔ ان کی شاعری کی جڑیں کلاسیکی روایت کی زمین سے پھوٹی ہیں لہٰذا ان کے ہاں جدت کا اظہار بھی اپنے اندر کلاسیکی شائستگی اور تسلسل روایت کا خوبصورت قرینہ رکھتا ہے۔‘‘

**ڈاکٹر اسلم انصاری اپنے دیباچے کے آخری حصے میں میری شاعری پر اس طرح تبصرہ کرتے ہیں:**

’’اظہار کا ایک خاص پیرایہ جو کسی قدر بلند آہنگی کی طرف مائل ہے پھر عصرِ حاضر کا عمومی شعور اور بعض بے حد انفرادی خیالات جو جدید امیجری کے ذریعے بیان ہوئے ہیں ان کی شاعری کا رنگ خاص متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مجموعی شعری آہنگ کے اعتبار سے وہ اس شعری روایت سے خاص طور پر اثر پذیر دکھائی دیتے ہیں جس کی تعمیر وتشکیل مولانا ظفر علی خان نے کی اور جسے ایک طویل عرصے تک آغا شورش کاشمیری اور ان کے ہم سخن شعراء نے زندہ رکھا۔ لیکن خالد شبیر احمد نے اس روایت کے صرف انھیں اجزا کو قبول کیا ہے جن کو جدید رویوں کے ساتھ بہ حُسن وخوبی ہم آہنگ کیا جاسکے۔ یعنی اس روایت کو انھوں نے صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ آگے بھی بڑھایا ہے۔‘‘

(جاری ہے)

حارث ون
Dawlance
HARIS 1

ڈاؤلینس ریفریجریٹر
اے سی سپلٹ یونٹ
کے بااختیار ڈیلر
نزد الفلاح بینک، حسین آگاہی روڈ، ملتان
061 -4573511
0333-6126856

حافظ عبید اللہ　　قسط: 1

# حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادیانی

## چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ

مرزا قادیانی نے ''مسیح موعود'' کے ساتھ ساتھ ''مہدی معہود'' ہونے کا دعویٰ بھی کیا، یعنی وہ مہدی جن کے ظہور کی خبر احادیث میں وارد ہوئی ہے اور جنہیں عام طور پر مسلمان ''امام مہدی علیہ الرضوان'' کے نام سے یاد کرتے ہیں، مرزا قادیانی کے بارے میں اس کے پیروکار یہ کہتے ہیں کہ ''جس امام مہدی نے آنا تھا وہ مرزا قادیانی ہے''، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنے دعوائے ''مہدیت'' میں بھی ایسے ہی جھوٹا تھا جیسے دعوائے نبوت و مسیحیت میں اور اس نے اپنے اِس دعویٰ میں بھی ویسی ہی قلابازیاں لگائیں جو وہ دعوائے نبوت اور دعوائے مسیحیت میں پوری زندگی لگاتا رہا۔

کبھی تو مرزا قادیانی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ تمام احادیث جن کے اندر ''مہدی'' کے آنے کا ذکر ہے تمام کی تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں، پھر اپنے اس بیان کو بدل کر یوں لکھا کہ مہدی کے بارے میں تمام روایات ضعیف ہیں صرف ایک حدیث صحیح ہے، کبھی اس نے ایسی جھوٹی روایات کو ''حدیث رسول ﷺ'' ثابت کرنے پر اپنی ساری طاقت خرچ کی جو کسی غیر معروف شخص کی طرف منسوب تھیں اور جنہیں بیان کرنے والے راویوں کے جھوٹے اور کذاب ہونے پر محدثین کا اتفاق تھا، کبھی اس نے یہ لکھا کہ کتب احادیث میں ایک نہیں بلکہ بہت سے مہدیوں کے آنے کی خبر دی گئی ہے، اور کبھی وہ حضرت مہدی علیہ الرضوان کو ''خونی مہدی'' لکھتا رہا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی یہ ضد بھی ہے جس مہدی نے آنا تھا وہ میں ہی ہوں۔

جہاں تک مذہب اہل سنت کا تعلق ہے ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی متعدد صحیح اور مستند احادیث شریفہ میں قربِ قیامت مسلمانوں کے ایک ایسے خلیفہ کا ذکر ملتا ہے جو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا اور اس کا نام آنحضرت ﷺ کے نام جیسا اور والد کا نام آپ ﷺ کے والد کے نام جیسا (یعنی محمد بن عبداللہ) ہوگا، اور اس کے زمانے میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا آسمان سے نزول ہوگا اور آپ نزول کے بعد سب سے پہلی نماز مسلمانوں کے اسی امام کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے، اسی خلیفہ کو احادیث میں ''المہدی'' کے لقب کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے، اہل سنت کی کتب میں مہدی کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں جن میں ایک بڑی مقدار ضعیف اور موضوع روایات کی بھی ہے

لیکن صحیح اور حسن روایات بھی کافی تعداد میں موجود ہیں جو بعض علماء کے نزدیک تواترِ معنوی کے درجہ تک پہنچ جاتی ہیں، ان روایات میں سے بعض میں تو صاف طور پر مہدی کا ذکر ہے اور بعض روایات میں مہدی کا ذکر تو نہیں لیکن علماء نے تصریح کی ہے کہ مراد وہی ہیں، چند روایات یہاں ذکر کیجاتی ہیں۔

**اہل سنت کی کتب میں مہدی (علیہ الرضوان) کا ذکر اور تعارف:**

☆**عن ابي سعيد الخدري قال : قال رسول الله ﷺ المهدي مني ، أجلى الجبهة ، أقنى الأنف ، يملأ الأرض قسطاً وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً ، ويملك سبع سنين .**

(سنن ابي داود:4285 ، مستدرك حاكم ، كتاب الفتن لنعيم بن حماد ـ واللفظ لابي داود)

<u>ترجمہ:</u> حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مہدی مجھ سے ہے (یعنی میری اولاد سے ہے) اس کی پیشانی کشادہ اور ناک اٹھی ہوئی اور قدرے باریک ہوگی، وہ زمین کو ایسے ہی عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے وہ اس کے آنے سے قبل ظلم وزیادتی سے بھری ہوگی، اور وہ سات سال تک حکومت کرے گا۔

☆**عن أم سلمة رضي الله عنها قالت : سمعتُ رسول الله ﷺ يقول : المهدي من عترتي من ولد فاطمة .**　(سنن أبي داود:4284 ، سنن ابن ماجه ، مستدرك حاكم ـ واللفظ لأبي داود)

<u>ترجمہ:</u> ام المؤمنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مہدی میری عترت، میری بیٹی فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا۔

☆**عن عليؓ عن النبي ﷺ قال : لو لم يبق من الدهر الا يوم لبعث الله رجلاً من أهل بيتي يملأها عدلاً كما مُلئت جوراً .**

(سنن ابي داود:4283 ، مسند احمد ، مصنف ابن ابی شيبه ـ واللفظ لابي داود )

<u>ترجمہ:</u> حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: زمانہ ختم ہونے سے پہلے (یعنی قیامت سے پہلے) ایک دن ایسا آئیگا جب اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو مبعوث فرمائیں گے جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے وہ (اس کے آنے سے قبل) ظلم سے بھری ہوگی۔

☆**عن عبدالله بن مسعودؓ قال : قال رسول الله ﷺ لاتذهب أو لاتنقضي الدنيا حتى يملك العربَ رجل من أهل بيتي يواطيء اسمه اسمي .**

(سنن ابي داود:4282 ، سنن ترمذی ، مسند احمد ، واللفظ لأبي داود)

<u>ترجمہ:</u> دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک عرب پر میرے اہل بیت میں سے ایک شخص حکومت نہ کرلے جس کا نام میرے نام جیسا (یعنی محمد۔ناقل) ہوگا۔

☆**عن أبي هريرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ كيف أنتم إذا نزل ابنُ مريم فيكم وإمامكم منكم .**

(متفق عليه ، مسند احمد ، صحیح ابن حبان ، سنن البيهقى ، واللفظ للبخارى ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارا حال (مارے خوشی کے۔ ناقل) کیا ہوگا جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اُس وقت تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔ (اہل سنت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت مسلمانوں کے جس امام کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے وہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان ہوں گے جیسا کہ صحیح مسلم کی اگلی حدیث میں بیان ہو رہا ہے)۔

☆**عن ابي سيعد الخدريؓ قال : سمت النبي ﷺ يقول : لاتزال طائفة من أمتي يُقاتلونَ على الحقِّ ظاهرين إلى يوم القيامة ، قال : فينزل عيسى بن مريم صلى الله عليه وسلم فيقول أميرهم : تعال صلِّ لنا ، فيقول : لا ، إن بعضكم على بعض أمراء تكرمة الله هذه الأمة .**

(صحيح مسلم ، مسند احمد ، صحیح ابن حبان ، مسند ابى عوانه ، واللفظ لمسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ ایسا ہوگا جو قیامت تک حق کیلئے لڑتا رہے گا، پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، تو اس (حق پرستوں) کے گروہ کا امیر عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا: آیئے ہماری امامت کروایئے، عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نہیں (تم ہی امامت کرواؤ) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر امیر بنایا ہے، اور یہ اللہ کی طرف سے امت محمدیہ ﷺ کیلئے خاص اعزاز ہے۔

☆ حافظ ابن قیمؒ نے یہی الفاظ حضرت جابرؓ سے روایت کئے ہیں، لیکن اس میں ”**فيقول أميرهم**“ کی جگہ ”**فيقول اميرهم المهدي**“ کے الفاظ ہیں یعنی اس جماعت کے امیر مہدی ہوں گے

(المنار المنيف فى الصحيح والضعيف ، ص147)

☆**عن ابي سعيد الخدريؓ قال : قال رسول الله ﷺ لا تقوم الساعة حتى يملِك رجلٌ من أهل بيتي ، أجلى أقنى ، يملأ الأرض عدلاً كما مُلئت قبله ظلماً يكون سبع سنين .**

(مسند احمد:11130 ، مسند ابى يعلى ، صحیح ابن حبان ، واللفظ لاحمد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص حکومت نہ کر لے، جس کی پیشانی کشادہ اور ناک اٹھی ہوئی قدرے باریک ہوگی، وہ زمین کو ایسے عدل وانصاف سے بھر دیگا جیسے اس کے آنے سے قبل ظلم سے بھری ہوگی، اس کی حکومت سات سال تک رہے گی۔

☆**عن ابي سعيد الخدريؓ قال : قال رسول الله ﷺ تُملأ الأرض جوراً وظلماً فيخرُج رجلٌ من**

**عترتي يملِك سبعاً أو تسعاً فيملأ الأرض قسطاً وعدلاً .**

(مسند احمد: 11665 ، مستدرك حاكم ، واللفظ لاحمد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: زمین ظلم وزیادتی سے بھر جائے گی تب میری نسل میں سے ایک شخص نکلے گا جو سات یا نو سال تک حکومت کرے گا اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیگا۔

**☆عن ابي سعيد الخدريؓ وجابرؓ قالا : قال رسول الله ﷺ يكون في آخر الزمان خليفة يقسم المال ولا يعدُّه .**

(صحيح مسلم: 2914 ، مسند احمد ، مسند ابى يعلى ، واللفظ لمسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت جابرؓ دونوں سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: آخری زمانہ میں ایک ایسا خلیفہ ہوگا جو دولت کو بغیر گنے ہوئے تقسیم کرے گا ۔

**☆عن عبدالله بن مسعودؓ عن النبي ﷺ قال : لو لم يبق من الدنيا الا يوم لطوّل الله ذلك اليوم حتى يبعث فيه رجلا مني (أو من أهل بيتي) يواطىء اسمه اسمي واسم ابيه اسم ابي .**

(سنن ابي داود:4282 ، مستدرك حاكم،مسند بزار، طبرانی، واللفظ لأبي داود)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا ختم ہونے میں اگر ایک دن بھی رہ گیا تو اللہ تعالی اس دن کو لمبا فرما دیں گے (مراد یہ ہے کہ دنیا ختم ہونے سے پہلے یہ کام ضرور ہوگا) یہاں تک کہ اس میں میرے اہل بیت میں سے ایک شخص بھیجیں گے جس کا نام میرے نام جیسا اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام جیسا ہوگا (یعنی اس کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا)۔

مذکورہ روایات سے مندرجہ ذیل باتیں روزِ روشن کیطرح واضح ہوتی ہیں:

(1)......حضرت مہدی علیہ الرضوان حضور ﷺ کے اہل بیت اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی اولاد میں سے ہوں گے۔

(2)......ان کا نام محمد اور ان کے والد کا نام **عبدالله** ہوگا (شیعہ کے مہدی کے والد کا نام **حسن عسکریؒ** ہے اور مرزا قادیانی کا نام غلام احمد بن غلام مرتضٰی ہے)

(3)......وہ سات یا نو سال تک حکومت بھی کریں گے، کسی عیسائی حکومت کی چاپلوسی کرنے والے اور وفادار نہیں ہوں گے مرزا قادیانی کی طرح۔

(4)......وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

(5)......اہل سنت کی کسی روایت میں یہ ذکر نہیں کہ مہدی پیدا ہونے کے بعد بچپن میں ہی نامعلوم مقام میں کئی سو سال

تک غائب ہوجائیں گے اور پھر ظاہر ہوں گے۔

(6)......ان کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور نزول کے بعد سب سے پہلی نماز آپ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے پیچھے ہی ادا فرمائیں گے (جیسا کہ صحیح مسلم اور المنار المنیف کے حوالے سے گذرا)۔

الغرض یہ ہیں مہدی کی وہ چیدہ چیدہ خصوصیات جو اہل سنت کی کتب میں مذکور ہیں۔(مہدی کے بارے میں کتب اہل سنت میں مذکور تمام روایات اور ان کی اسناد کا مفصل طور پر جائزہ لینے کیلئے ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی کی کتاب ”**المهدي المنتظر في ضوء الاحاديث والآثار الصحيحة**“ اور اس کا دوسرا حصہ ”**الموسوعة في أحاديث المهدي الضعيفة والموضوعة**“ کے مطالعہ کا مشورہ دوں گا (جو المكتبة المكية ۔مكة المكرمة اور دارابن حزم ۔ بیروت ،لبنان سے طبع شدہ ہے) جس میں مصنف نے اس موضوع پر تقریباً 135 مرفوع روایات پر مفصل تحقیق کی ہے (جو کہ کتب اہل سنت میں موجود ہیں) اور مصنف مذکور کی تحقیق کے مطابق ان میں سے صرف 30 روایات صحیح یا حسن درجے کی ہیں، باقی 105 روایات ضعیف یا موضوع ہیں، اس کے علاوہ صحابہؓ و تابعین کے آثار بھی کثیر تعداد میں ذکر کئے ہیں، جن میں سے صرف 15 آثار کو صحیح بتلایا ہے، نیز مہدی سے متعلقہ روایات پر جن لوگوں نے اعتراضات کیے ہیں ان کا بھی مفصل جائزہ لیا گیا ہے، اور یہ بات اہل علم جانتے ہیں کہ اصول حدیث کی رو سے اگر کسی مسئلہ میں صحیح و ضعیف دونوں قسم کی روایات ملتی ہوں تو صحیح روایت کے معارض ضعیف روایت کو قبول نہ کیا جائے گا یہ نہیں ہوتا کہ ”اختلاف روایات“ کو بہانہ بنا کر صحیح اور ضعیف دونوں روایات کو رد کر دیا جائے۔

جاری ہے

## مسافرانِ آخرت

- ☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر حافظ ناصر الدین خاکوانی کے عزیز جناب سالک خاکوانی مرحوم گزشتہ ماہ انتقال کر گئے
- ☆ قاری گوہر علی کے برادرِ نسبتی محمد علی چک 265 بورے والہ، انتقال 18 فروری 2015ء
- ☆ شیخ حسین اختر لدھیانوی کے بھانجے شیخ مرغوب احمد (چیچہ وطنی) کی اہلیہ 11 فروری
- ☆ اور داماد شیخ امتیاز الرحمٰن لدھیانوی (شیخوپورہ) انتقال 9 فروری 2015ء
- ☆ والد مرحوم حافظ محمد اسماعیل (شعلی غربی) گزشتہ دنوں انتقال کر گئے
- ☆ چچا مرحوم شیخ نیاز احمد سٹینڈرڈ بیکری گزشتہ دنوں انتقال کر گئے
- ☆ منصور اصغر راجہ کے نانا مرحوم گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔
- ☆ حاجی خلیل احمدؒ برادر محترم قاری شبیر احمد عثمانی چناب نگر 9 جنوری کو انتقال کر گئے
- ☆ تلہ گنگ پچنند کے نومسلم بابا منظور خان مرحوم طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے
- ☆ یونس میڈیکوز ملتان کے جناب شیخ محمد یونس مرحوم گزشتہ ماہ انتقال کر گئے

قارئین سے درخواست ہے کہ مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائیں اور لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے (آمین)

# حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● **نام کتاب:** تفسیر سورۃ القدر　　**مؤلف:** مشتاق احمد قریشی

**ضخامت:** 160　　**قیمت:** 150 روپے

**ناشر:** نئے افق پبلی کیشنز، روم نمبر 7، فرید چیمبر، عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی

اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت ورحمت تشبیہ وتمثیل سے ماوراء ہے۔ ذرہ سے لے کر سمندر تک بلکہ ثریٰ سے لے کر عرش و کرسی تک اس کی قدرت کے نشان ہیں۔ بنی نوع انسان کے لیے اور کوئی ہدایت نامہ نہ ہوتا تب بھی ان جواہر واعراض میں ہدایت کا بڑا سامان ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت حدود و قیود سے بے نیاز ہے۔ اس کی رحمت ہماری ہدایت کے لیے قرآن کریم کی شکل میں نمودار ہوئی، جس کے نزول کی ابتدء غارِ حرا اور انتہاء میدانِ عرفات ہے۔ دونوں مقام بندگی کی عملی تربیت گاہ ہیں۔ قرآنِ کریم کے عجائب رحمت کا ادراک کرنے سے عقل انسانی عاجز ہے، اس لیے شبِ قدر کی عظمتِ شان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مستقل سورۃ نازل فرمائی، جس کا نام ’’اَلقدر‘‘ ہے۔ اس پانچ آیتوں والی سورۃ میں لیلۃ القدر کی رفعت وعظمت اور اس میں عبادت کا اجر وثواب زیرِ تبصرہ کتاب کا موضوع ہے۔

مصنف نے کتاب کی ابتداء میں سورۃ القدر کے پس منظر کے طور پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کے ابتدائی مراحل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہاجِ دعوت اور اہل مکہ بالخصوص خاندانِ قریش کا ردِ عمل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر و استقامت، تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد سورۃ کی تفسیر میں ایک ایک آیت کی تفسیر اسلاف کی تشریحات کو سامنے رکھتے ہوئے بیان فرمائی ہے۔ اندازِ تحریر سادہ وسلیس ہے۔ عام آدمی بھی سہولت سے استفادہ کر سکتا ہے اور شبِ قدر کی عظمت وفضیلت کو اپنی روح میں اتار سکتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مصنف کی اس کاوش کو نافع بنائے اور ان کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

مبصر: مفتی نجم الحق

● **نام کتاب:** اشاریہ ششماہی مجلّہ: علوم القرآن، علی گڑھ (1985ء تا 2010ء)

**مرتبین:** سمیع الرحمٰن / محمد شاہد حنیف

**ضخامت:** 40　　**قیمت:** 60 روپے

**ملنے کا پتہ:** کتاب سرائے۔ اردو بازار لاہور، فضلی سنز۔ اردو بازار کراچی

کسی کتاب یا رسالے کے شروع میں فہرست دی جاتی ہے۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب یا رسالے

کے کون سے صفحے پر کون سا مضمون ہے۔اسی طرح کتب و رسائل اور مجلّات کے مشتملات کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے کا بھی کوئی طریقہ وضع ہونا چاہیے تھا۔چنانچہ اہل تحقیق نے رسائل کی اشاریہ سازی کا طریقہ نکالا۔اسی کام کا شوق رکھنے والے ایک نوجوان محمد شاہد حنیف ہیں۔جنہوں نے اس میدان میں آسانیاں پیدا کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔اشاریہ سے کسی بھی قاری یا محقق کو اپنے مطلوبہ موضوع کی تلاش میں بہت زیادہ سہولت ہوتی ہے۔

مجلّہ ''علوم القرآن''، انجمن طلبہ قدیم مدرسہ الاصلاح علی گڑھ کا جاری کردہ ایک رسالہ ہے۔قرآنیات سے متعلق مختلف زبانوں کی مطبوعات سے آگاہی دینا اس مجلّے کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک ہے۔زیرِ تبصرہ اشاریہ ''مجلّہ علوم القرآن'' کے چوبیس سالہ شماروں پر مشتمل ہے۔اس میں مصنف وار اشاریہ بھی شامل کر دیا گیا ہے جس میں ہر مصنف کے مقالات، تبصرے، تراجم کے علاوہ دیگر تحریروں کی بھی ایک ہی جگہ نشان دہی کی گئی ہے۔**(مبصر: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)**

● **نام کتاب:** اشاریہ ''فقہ اسلامی'' کراچی۔اپریل ۲۰۰۰ء تا دسمبر ۲۰۱۳ء　　**مرتب:** محمد شاہد حنیف

**ضخامت:** ۱۱۱　　**قیمت:** درج نہیں

**ناشر:** اسلامک فقہ اکیڈمی پوسٹ بکس ۱۷۷۷۷ گلشن اقبال کراچی

ماہنامہ ''فقہ اسلامی'' کراچی، ایک تعلیمی و تحقیقی مجلّہ ہے جو اپنی اشاعت کے چودہ سال مکمل کر چکا ہے۔فقہ کے موضوع پر لکھنا اور کہنا کچھ آسان بات نہیں اس کتاب میں ماہنامہ ''فقہ اسلامی'' میں شائع ہونے والے مضامین کا ایک تفصیلی اشاریہ شائع کیا گیا ہے۔جس سے چودہ سالوں میں اس مجلّے میں کی گئی محنت ایک نظر میں سامنے آجاتی ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مجلّہ میں کن کن موضوعات پر کس کس مصنف کی تحریریں شائع ہوئی ہیں۔اشاریے کی حیثیت ایک رہنما کی ہوتی ہے۔ہم اس کے ذریعے اپنے مطلوبہ مضمون تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔اس کتاب میں تمام مضامین کو مختلف موضوعات میں تقسیم کر کے درج کیا گیا ہے۔جس سے کسی بھی شخصیت پر معلومات ایک ہی جگہ پر یکجا مل جاتی ہیں۔اشاریہ سازی ایک دقیق کام ہے اور تحقیق کی دنیا میں کتاب اور اشاریہ لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔

زیرِ نظر اشاریہ ملک کے معروف اشاریہ نویس جناب شاہد حنیف نے مرتب کیا ہے۔جناب شاہد حنیف کا شمار ملک کے چند معروف اشاریہ نویسوں میں کیا جاتا ہے۔ان کے مرتب کردہ اشاریے اہل علم و تحقیق کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔　　**(مبصر: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)**

● **نام کتاب:** ۱۹۴۷ء میں لدھیانہ کے مسلمانوں پر کیا گذری؟　　**مصنف:** محمد اسلم

**ضخامت:** ۱۸۰۰　　**قیمت:** ۳۵۰۰ روپے

**ناشر:** الخیر پبلی کیشنز: اے ٹی ایم بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد

پاکستان بننے کے بعد بہت ساری کتابیں تصنیف کی گئیں۔جن میں ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں پر ہونے والے

مظالم کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب میں بھی اس طرح کے کئی واقعات کا ذکر پڑھنے کو ملتا ہے۔ مگر جو بات اس کو باقی کتابوں سے ممیّز کرتی ہے وہ ایک خاص شہر (لدھیانہ) کے لوگوں کے ساتھ جو کچھ بیتی اسے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے مصنف نے فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرہ، کمالیہ، رجانہ، کراچی، جہلم، شورکوٹ، حافظ آباد، شیخوپورہ اور دیگر کئی شہروں میں رہنے والے لدھیانہ کے لوگوں سے ملاقاتیں کیں، اور اڑھائی سال تین سو مختلف گاؤں کے لوگوں کے انٹرویو کئے۔ ہر راوی کا تعارف اس کا فوٹو اس کے خاندان کا شجرہ نسب کتاب میں درج کر دیا گیا ہے، کتاب میں کئی نایاب تصاویر یں بھی شامل کی گئی ہیں۔ اور لدھیانہ کی اہم شخصیات (حافظ لدھیانوی، صوفی برکت علی، عبدالقادر، آغا شیر احمد خاموش، ایم حمزہ، حمید اختر، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور مولانا نور احمد حقانی) کا تذکرہ بڑی تفصیل سے درج ہے۔　　　　**(مبصر: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)**

● **نام کتاب:**　’’حکمت بالغہ‘‘ خصوصی اشاعت: جنوبی ایشیاء میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش

**مدیر مسئول:**　انجینئر مختار فاروقی

**ضخامت:**　۱۶۸　　**قیمت:**　۱۵۰ روپے

**ناشر:**　قرآن اکیڈمی ’’لالہ زار کالونی نمبر۲ ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

ماہنامہ ’’حکمت بالغہ‘‘ جھنگ کی یہ خصوصی اشاعت ہندو مسلم نظریاتی اختلافات سے لے کر مسلم، غیر مسلم نظریاتی کشاکش پر محیط ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ مسئلہ ایک صدی قبل بھی اہم تھا اور آج اس سے بھی کئی گنا زیادہ اہم ہے۔ پہلے صرف برطانوی ہند کا مسئلہ تھا، اب یہ عالمی مسئلہ ہے۔ پہلے یہ ہندو مسلم کشاکش تھی اب یہ مغربی تہذیب کا نقطہ عروج سیکولرزم اور لبرل ازم بمقابلہ اسلام کا مسئلہ بن چکا ہے۔

زیرِ نظر رسالہ دس ابواب پر مشتمل ہے۔ ہندو تاریخ کے آئینے میں، ہندومت اور ہندو کے بارے میں افکارِ معاصرین قوموں کا عروج و زوال، ہندو تہذیب و ثقافت و اقدار، ہند اور سندھ آٹھویں صدی عیسوی تک، ہندو مسلم آمنے سامنے، انگریز ہندو اور مسلمان، تحریک آزادی میں ہندو مسلم کردار، پاک بھارت موجودہ ہندو مسلم کشاکش اور پاکستان کا مستقبل جیسے اہم عنوانات پر معروف مصنفین کی تحریریں شامل ہیں جن میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ کہ مسلمانوں کے خلاف کفریہ طاقتوں کے گٹھ جوڑ نے عالم اسلام کے خلاف ایک غیر اعلانیہ جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ جو گذشتہ تین صدیوں سے مسلسل جاری ہے۔

حکمتِ بالغہ کے مدیر مسؤل جناب انجینئر مختار فاروقی قابلِ تحسین ہیں کہ اس خصوصی اشاعت میں نہایت اہم موضوع پر معیاری تحریریں جمع کر کے اہلِ تحقیق و ذوق کی تسکین کا سامان کیا ہے۔　　**(مبصر: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)**

☆☆☆☆

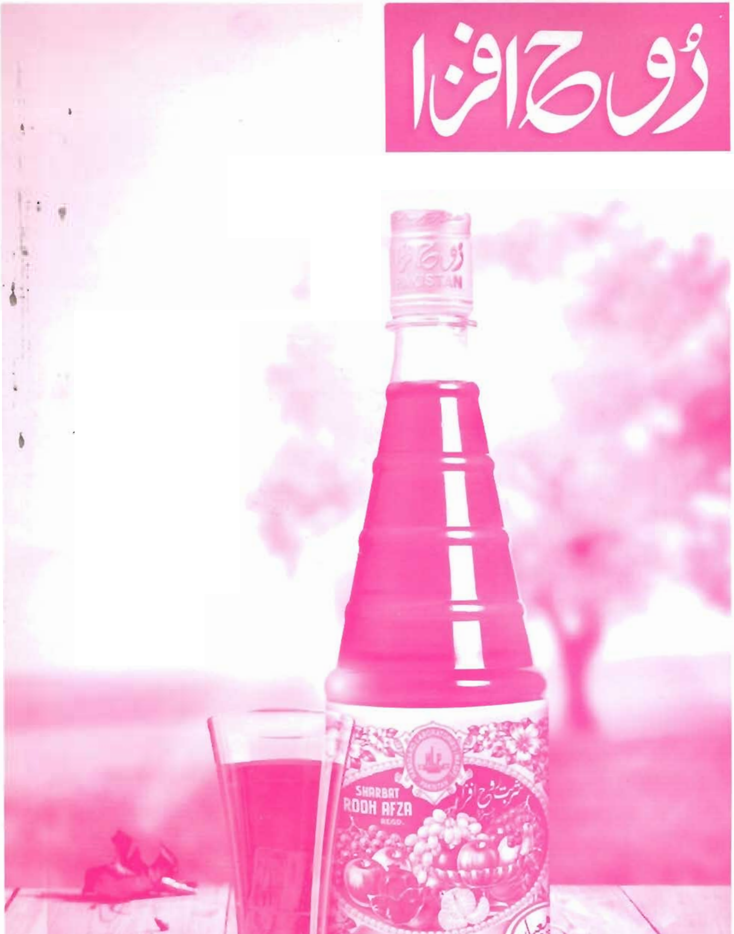

روح افزا
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
اور کیا چاہیے!

تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت 1953ء کے شہداء کی یاد میں

# شہدائے ختم نبوت کانفرنسیں

زیر سرپرستی

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی

## سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

| | | |
|---|---|---|
| یکم مارچ، اتوار<br>ایوان احرار لاہور<br>0300-4240910 042-35912644 | 6/مارچ، جمعہ<br>مسجد ابوبکر صدیق تلہ گنگ<br>0300-4716780 | 12 مارچ، جمعرات<br>جامع مسجد، گوجرانوالہ<br>0331-6461418 |
| 13 مارچ، جمعہ<br>مسجد المعمور، ناگڑیاں ضلع گجرات<br>0301-6221750 | 19 مارچ، جمعرات<br>جامع مسجد احرار، چناب نگر<br>0301-3188803 | 20 مارچ، جمعہ<br>جامع مسجد مدنی، چنیوٹ<br>0321-7708157 |
| 26 مارچ، جمعرات<br>دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان<br>0300-6326621 061-4511961 | یکم اپریل، بدھ<br>جامع مسجد ختم نبوت اوکاڑہ<br>0300-4926221 | 2/اپریل، جمعرات<br>جامع مسجد 12 بلاک، چیچہ وطنی<br>0300-6939453 040-5482253 |
| 24 اپریل، جمعہ<br>جامع مسجد امیر معاویہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ<br>0308-7298634 | | |

زعمأ احرار کے علاوہ تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام دینی جماعتوں کے رہنما اور دانشور خطاب فرمائیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

منجانب شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوۃ مجلس احرار اسلام پاکستان